ہفت روزہ خدام الدین لاہور

بانی ادارہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بلا نوشانِ محبت

مولانا یحییٰ علی صادق پوری کو سزا کا حکم ہونے کے بعد اگلے روز صبح کو کپتان ٹالی صاحب مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر انبالہ و پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جیل میں آئے اور داروغہ کو حکم دیا کہ مولانا کو سخت ترمشقت دی جائے، چنانچہ خود ان سے اپنے روبرو کھڑے ہو کر ایک بڑے کنوئیں پر جو رہٹ چل رہا تھا اور آٹھ دس آدمی اس رہٹ کو عین تمازت آفتاب میں چلا رہے تھے اور وہ مشکل چلتا تھا، آپ کو بھی اسی میں دے دیا، آپ دو تین روز تک تمام روز اسی کو چلاتے رہے، آپ کو باعث حرارت آفتاب خون کا پیشاب آنے لگا، آپ نہایت صبر و شکر کے ساتھ اس کو انجام دیتے رہے، دوسرے قیدی جو نہایت قوی اور توانا تھے، اس رہٹ کو کھینچتے کھینچتے تھک کر بیٹھ جاتے، مگر آپ صبح سے شام تک اس میں لگے ہی رہتے تھے۔

الدر المنثور ص ۹۲ ج ۳ ص ۱۴۳

بحوالہ علمائے ہند کا شاندار ماضی

****

ظالم کی مدد کیسے؟

*

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذَاكَ نَصْرُكَ اِيَّاہُ۔

**

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! کوئی ظلم کی اذیت سہہ رہا ہو تو اس کی مدد میں کر سکتا ہوں مگر جو ظلم کر رہا ہو اس کی مدد کیسے کروں؟ فرمایا اس کو ظلم سے روک لیں تیری مدد ہے جو تو اس کو پہنچا سکتا ہے۔

اس حدیث سے اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب انسان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں — آج کل لوگ زبان سے تو یہی کہتے رہتے ہیں۔ مگر دل میں کوئی دوسرے کو بھائی نہیں سمجھتا۔ آج کل تو بھائی وہی ہے جو اپنے مطلب کا ہو اور ہاں میں ہاں ملائے۔ کچھ لوگ اسے بھی بھائی بھائی کہنے لگتے ہیں جو اپنے سے زبردست ہو اور مارنے کے لیے ہاتھ اٹھائے وہ اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے بھائی کہنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ باقی رہے اور لوگ۔ ان کو تو آج کل خونی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اس حدیث میں مسلمان ہی کی تخصیص نہیں۔ ہر انسان کو دوسرے انسان کا بھائی کہا ہے۔ وہ مشرق کا ہو یا مغرب کا، شمال میں رہتا ہو یا جنوب میں۔

اس کے بعد ارشاد نبویؐ ہے کہ اے انسان! اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کر۔ پھر سارے جھگڑے مٹانے کے لیے آگے کھول بھی دیا۔ کہ چاہے وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کر۔

ایک آدمی سے نہ رہا گیا وہ بول اٹھا کہ مظلوم کی مدد تو میں کرونگا یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ مگر ظالم کی مدد کے کیا معنی؟

آپؐ نے جو کچھ اسے سمجھایا اس میں اچھے اخلاق کی بابت ایک ایسا سبق ہے جو لوگوں کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ آیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اُسے ظلم سے روک، یہی اس کی مدد ہے۔

سچ کہیے گا، کیا کسی نے مدد کے یہ معنی کبھی سمجھے ہیں یا سمجھنے کی کوشش کی ہے؟ مدد کے معنی تو لوگوں کے نزدیک یہی ہیں کہ ایک ملک نے دوسرے ملک پہ ناحق حملہ کر دیا اور ظلم و ستم ڈھانے شروع کر دیے اور تیسرے ملک نے حملہ آور کے پاس اپنی مسلح افواج بھیج دیں لوگ کہیں گے اس نے مدد کی ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ اس مدد کرنے والے نے ناحق کے حملہ پر حملہ آور کی پیٹھ ٹھونکی ہے اس کی مدد نہیں کی ہے یہ تو اس کے ساتھ دشمنی ہے کیونکہ اب وہ اور بھی ظلم پہ دلیر ہو جائے گا۔ اصل مدد تب ہوتی جب وہ اسے ناحق چڑھائی کرنے سے روکتا۔

اس پر غور کیا جائے تو بیڑہ پار ہے ورنہ غرق ہونا یقینی ہے۔

جلد ۲۵ ؛ شمارہ ۴۹
۲۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ؛ ۷ رجون ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

بدل اشتراک | سالانہ -/۶۰ روپے ششماہی -/۳۰ روپے
ماہی -/۱۵ روپے فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

حیّ وقیّوم اک فقط ہے ذات ربّ ذوالجلال

راولپنڈی کے قدیم علمی و دینی مرکز دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار کے بانی و مہتمم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے سانحہ ارتحال سے قارئین واقف ہو چکے ہوں گے۔ مولانا المحترم مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے اجتماع صد سالہ میں شریک ہوئے اور وہاں آپ کو اپنی مادر علمی کے فیضان کے عنوان پر خطاب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ دیوبند کے بعد دہلی وغیرہ تشریف لے گئے اور واپس جو آئے تو حضرت المخدوم مولانا درخواستی زید مجدھم کی طرف سے خانپور میں ایک ایسے اجتماع کا اعلان ہو چکا تھا جس میں اکابرین دیوبند کثر اللہ سوادھم کے سبھی نام لیواؤں کو دعوت شرکت دی گئی تھی موصوف اپنے احباب و رفقاء سمیت وہاں بھی تشریف لے گئے اور ملّی و مسلکی اتحاد کے لیے ہر قسم کی قربانی و ایثار کا کھلے سٹیج اور خصوصی میٹنگ میں اعلان فرمایا۔ اس کے چند دن بعد وہ سعودی عرب تشریف لے گئے جہاں عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ کرمًا کی عطر بیز اور روحانی فضاؤں سے قلب و نظر کو معمور کر کے شاگردانِ عزیز کی دعوت پر متحدہ عرب امارات تشریف لائے۔ یہاں ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ دوبئی کے ایک ہسپتال میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

یہ ۲۶ رمئی کا قصّہ ہے۔ اسی دن رات گئے ان کی نعش راولپنڈی پہنچی۔

قریباً چالیس برس سے مرحوم کی علمی و دینی سرگرمیوں کا مرکز راولپنڈی تھا۔ پنڈی کے مرکزی بازار کی وسیع و عریض مسجد اور دارالعلوم ان کی مساعی کا ثمرہ اور ان کی محنتوں کے شجر

سایہ دار کے طور پر موجود ہے۔

اس مسجد و دارالعلوم میں وقت کے اکابر علماء و صلحاء تشریف لائے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا قاضی نور محمد، مولانا نصیر الدین غور غشتوی، مولانا ولی اللہ صاحب انہی شریف، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی، متکلم اسلام مولانا محمد علی جالندھری اور محدث عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اعیانِ ملت نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے بارہا اس مرکز کو نوازا۔ زندہ اکابر میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب، فدائے ملت مولانا سید محمد اسعد مدنی، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر، مولانا مفتی محمود، علامہ خالد محمود وغیرہ حضرات نے یہاں کے پروگراموں میں شرکت کی۔

یوں یہ جگہ ہر قومی و ملی تحریک کا مرکز رہی اور یہ سب کچھ مرحوم کی جرأت و بے باکی، حوصلہ مندی اور مہمان نوازی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

فقیہ عصر قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے خصوصی شاگرد مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ موصوف کے خصوصی اساتذہ میں شامل تھے حضرت شاہ صاحب سے آپ نے ڈابھیل (گجرات) کے زمانہ تدریس میں استفادہ کیا اور پھر محدود عرصہ تک مختلف مقامات پر خدمت تدریس کے بعد پنڈی ڈیرہ ڈال لیا۔ مختلف قومی و ملی تحریکوں میں انہیں جیل جانے کا بارہا اتفاق ہوا اور ان تمام مراحل کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر صبر و استقامت سے سر کیا اور کبھی کسی قومی معاملہ میں پیچھے نہیں رہے۔ وہ پورے ملک اور بالخصوص راولپنڈی، اسلام آباد میں اہل حق کا مرکز اجتماع اور ان کی آبرو تھے۔

جس مدرسہ و مسجد کو انہوں نے خونِ جگر سے سینچا تھا اس کی آغوش میں ان کی نعش پہنچی، ہوائی اڈہ سے راجہ بازار تک سسکیوں اور آہوں کا طوفان تھا۔ ہر فرد اشکبار اور غمزدہ تھا کاروبار لپیٹ دیا گیا اور لوگ باگ اپنے مرحوم قائد کو آخری سلام کہنے کے لیے دھڑکتے دل کے ساتھ مرکز میں اکٹھے ہو گئے۔

پنڈی کے علاوہ دور دراز مقامات سے علماء صلحاء اور عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں پہنچے۔ اور پھر اسی لیاقت باغ میں جہاں ربع صدی سے زائد آپ نے عیدین کی امامت کرائی اس میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

جنازہ میں علماء، صلحاء، تاجر، طلبہ، وکلا اور ہر طبقہ کے افراد نے شمولیت کی۔ صدر پاکستان اپنے متعدد رفقاء سمیت شریک جنازہ ہوئے۔ جنازہ دیکھ کر حضرت امام الاحرار احمد بن حنبل قدس اللہ سرہ العزیز یاد آ گئے جو فرماتے تھے کہ ہمارا اور اہل بدعت کا فیصلہ جنازوں سے ہوگا۔

ان سطور کے راقم نے اپنے متعدد بزرگوں کے جنازہ میں شرکت کی، کسی قسم کا اہتمام نہیں، پروپیگنڈہ نہیں، اس کے باوجود ربِ کائنات اپنے مخلص و صالح بندوں کے لیے رحمت کے دروازے وا کر دیتے ہیں۔ اور اس کا نظارہ ایسے مواقع پر ہوتا ہے۔ جنازہ میں وقار و سکون کا عنصر غالب تھا، سسکیوں اور آہوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی اور پھر نعش اٹک لے جائی گئی جہاں چند سال قبل مرحوم نے جامعہ اشاعت الاسلام کے

نام سے دوسرا دینی مرکز قائم کیا تھا۔ اٹک عیدگاہ میں جنازہ کے بعد جامعہ اشاعت الاسلام میں تدفین ہوئی۔

پنڈی اور اٹک کے جنازے اپنی مثال آپ تھے۔ پنڈی کی تاریخ نے ایسا جنازہ کاہے کو دیکھا ہوگا۔ اور یقین ہے کہ مدتوں بعد بھی ایسا جنازہ دیکھنا اسے نصیب نہیں ہوگا۔

مولانا المرحوم سے ایک دنیا واقف تھی۔ عقائد میں ٹھوس اور کسی بھی قسم کی لچک اور نرمی سے پاک، ان کی بڑی خوبی تھی۔ مدت تک وہ اس راہ میں صحرا نوردی کرتے رہے۔ ان پر مقدمات قائم ہوئے، قاتلانہ حملہ ہوا اور سب کچھ ہوا لیکن انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور پھر عمرہ کی سعادتیں حاصل کرنے کے بعد سفر میں ایک گونہ شہادت کی موت سے سرفراز ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ——— اس دنیا میں نہ کوئی رہا نہ کوئی رہے گا۔ ہزاروں سال سے یہ دنیا قائم ہے اور اس میں آنے جانے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے لیکن بعض افراد اپنی ذات میں انجمن، تحریک اور ادارہ ہوتے ہیں۔ مولانا واقعی ایسے تھے اور اس پرفتن دور میں ان کا سانحہ ارتحال بڑی شدت سے محسوس ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ان کے ساتھ اپنے اپنے خصوصی کرم کا معاملہ فرمائیں۔ ان کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنائیں اور پسماندگانِ نسبی و روحانی کو صبر جمیل کی دولت سے سرفراز فرما کر شیخ کے مشن کے لیے مخلصانہ جد و جہد کی توفیق بخشیں۔

اللھم آمین بحرمۃ سید المرسلین خاتم المعصومین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

علی

کچھ اور حادثات

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ کے علاوہ ان دنوں بعض دوسرے حادثات بھی پیش آئے

٭ — حضرت رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ عالم باعمل اور مخلص و متدین بزرگ حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ آف ڈونگہ بونگہ (ضلع بہاولنگر) انتقال فرما گئے

حضرت رائے پوری جیسے بزرگ تھے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں، آپ کی ذات اسلاف امت کی عظمتوں کی امین تھی، گھر میں ہوں یا سفر میں ہر جگہ ذکر و فکر کا سلسلہ جاری رہتا، آپ کی تربیت سے ایسے ایسے انسان تیار ہوئے جن کی مثال چشم فلک نے نہیں دیکھی انہی میں مولانا سعید احمد بھی تھے، ڈونگہ بونگہ میں دینی درسگاہ ان کا سرمایہ وراثت ہے صالح اولاد موجود ہے، اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرماوے اور پسماندگان کو اجر جزیل سے نوازے،،

٭ — سلانوالی ضلع سرگودہا کی مشہور قرآنی درسگاہ کے بانی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانثار خادم حکیم شریف الدین صاحب کے انتقال کی خبر ابھی ابھی موصول ہوئی،،

ایک عرصہ تک جماعتی کاموں میں مرحوم کا مخلصانہ انہماک ایک مثال تھا، اس قرآنی درسگاہ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہاں سے سینکڑوں بچوں نے حفظ قرآن کی دولت حاصل کی اور اب وہ امور خانہ داری کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات پر قرآنی خدمت میں مصروف ہیں، اس کا صلہ اور اجر حکیم صاحب کو یقیناً ملے گا۔

آپ کے فرزندانِ عزیز اور دوسرے اعزہ کے ساتھ آپ کے خصوصی رفقاء مولانا سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب احرار اور محب مکرم جناب قاری محمد ادریس صاحب کے لئے یہ صدمہ بڑا سخت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کو کروٹ کروٹ رحمت ومغفرت سے نوازے، اور پسماندگان متعلقین کو صبر و حوصلہ سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔

٭ — تیسرا سانحہ ملک کے مشہور خطیب مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب اور مولانا قاری عبد الحی صاحب عابد

کے چچا مرحوم کا سانحہ ارتحال ہے جو ہر دو بھائیوں کے لئے باپ کی مانند تھے، اور دونوں بھائی ان کی سرپرستی وشفقت کو اپنے لئے بڑا سرمایہ تصور کرتے تھے،

دونوں بھائی مولانا غلام اللہ خان کے جنازہ کے لئے پنڈی گئے تو پیچھے یہ حادثہ رونما ہوا، ان کی طویل بیماری کے ساتھ یہ حادثہ بھی ان کے لئے جانکاہ تھا،

بہرحال دونوں بھائی بھاگم بھاگ واپس پہنچے اور یہ امانت قبر کے سپرد کر دی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو منور فرمائے تمام متعلقین کو صبر کی توفیق دے

(ادارہ)

حبیب، اسلامپوری

طیبہ کی نورانی گلیوں میں کیا عجب نظارے ہوتے ہیں
افلاک سے جاری مولا کی رحمت کے نظارے ہوتے ہیں

دن رات زیارت کی خاطر آتے ہیں فرشتے روضہ پر
پھر صلِّ علیٰ کے نغموں سے معمور نظارے ہوتے ہیں

سینوں سے لگاتے جاتے ہیں وہ پیاری پیاری جالی کو
عشّاق کی پلکوں پہ اکثر اشکوں کے ستارے ہوتے ہیں

سرکارِ مدینہ صلِّ علیٰ، یٰسین و مزمّل اور طٰہٰ
قرآن میں ذکرِ احمد پر فطرت کے اشارے ہوتے ہیں

محبوبِ خدا کے دیوانے بس پیار کی دولت رکھتے ہیں
مولا کے پیارے بنتے ہیں، جو اُن کے پیارے ہوتے ہیں

رکھتے ہیں حبیبؔ تمنّا یہی موت آئے تو آئے مدینے میں
فرقت میں تڑپنے والوں کو یادوں کے سہارے ہوتے ہیں

تاکیدِ ذکر اللہ

مجلسِ ذکر واہ کینٹ

منعقدہ ۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۸۰ء

از: محترم صوفی محمد یونس صاحب
مرتبہ: محمد عثمان غنی بی، اے

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى - (طٰہٰ ۱۲۴)

ترجمہ: "اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی، اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے"۔

حضرت لاہوریؒ کی یاد میں

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا شکر ہے کہ اس نے ہم سب کو پھر مل بیٹھ کر اپنا نام لینے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نیکی کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرا دیتے ہیں ورنہ اگر وہ ناراض ہو جائیں اور اپنے دروازے سے دھکے دے کر ہٹا دیں تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ یہ سعادت ہمیں مرتے دم تک نصیب فرمائے رکھے اور اس سعادت سے اللہ ہمیں محروم نہ فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک دعا کیا کرتے تھے کہ کسی گناہ کی شامت کی وجہ سے اپنا نام لینے سے ہمیں محروم نہ فرمائے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ آخری عمر میں جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجلسِ ذکر بند کرنے کا ایک دفعہ اعلان کر دیا تھا اور جماعت پر بڑا اثر ہوا۔ بہت روئی جماعت۔ پھر حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے ہمت کی۔ کسی کو جرأت تو ہوتی نہ تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بات کرنے کی، انہوں نے پھر حضرت کی خدمت میں کچھ بات کی اور بڑے بہترین انداز کے ساتھ گذارش کی کہ حضرت! یہی ایک ذریعہ ہے جماعت کے احباب کے اکٹھے ہونے کا۔ جمعرات کو اس طریقے سے دور دراز سے کوئی راولپنڈی سے، کوئی کراچی سے، کوئی پشاور سے، کوئی ملتان سے، کوئی نوشہرہ سے، کوئی مردان سے، کوئی جہلم سے، کوئی قصور سے، اللہ کے بندے کئی کئی جگہ سے آتے ہیں، یہی ایک مجلس ذکر اجتماعِ ذاکرین کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہم سب احباب اپنے محبوب شیخ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ آپ نے جب اس مجلس ذکر کو بند کرنے کا اعلان کیا تو لوگوں کو اس سے بڑی تکلیف پہنچی۔ آپ مہربانی فرما کر اس کو بند نہ فرمائیں۔ دوبارہ اس کا اعلان فرمائیں۔ تو پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان بھی فرمایا دوبارہ اور یہ بھی فرمایا کہ اس ذکر کو روزانہ گھر کرنے کی بھی کوشش کیا کریں جیسے حدیث میں آتا ہے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، ان میں اللہ کا نام لو، قرآن کی تلاوت کرو، نوافل اور سنتیں پڑھو۔ عورتیں بھی گھروں میں نمازیں پڑھیں، قرآن پڑھیں، تلاوت کریں، ذکر کریں، بچوں کو بٹھا کر

بچوں کو بٹھا کر اپنے گھروں
میں ذکر کریں اور ان کو بھی
کرائیں۔ میاں، بیوی، بچے سب
مل بیٹھ کر ذکر کریں تو دیکھو
گھر میں کیسی برکتیں آتی ہیں۔

پھر ایک عجیب بات
فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے ہم ہزار
مرتبہ تقریباً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر ایک
ہزار مرتبہ تقریباً اِلَّا اللّٰہُ کا
ذکر کرتے ہیں، پھر ایک ہزار
مرتبہ ہی اللّٰہ کا ذکر کرتے
ہیں، پھر ایک ہزار مرتبہ ھُوْ
کا ذکر کرتے ہیں تو یہ سارا
چار ہزار مرتبہ ہوا کم و بیش۔
اور اگر کوئی شخص چار ہزار مرتبہ
یوں اللہ کا نام لے اور وہ
قیامت کے دن جب ترازو
میں تولا جائے گا تو انشاء اللہ
تعالیٰ گناہوں کے پلڑے کو
لے کر جھک جائے گا۔ نجات
کا ذریعہ بن ہی جائے گا۔
اور یہ بھی فرماتے تھے۔ کون
ایسا بدبخت انسان ہوگا جو
روزانہ چار ہزار گناہ کبیرہ کرتا
ہوگا۔ ویسے تو ہم گنہگار ہیں
ہر سانس، ہر گھڑی، ہر قدم پر
ہم سے گناہ ہوتے ہیں، نافرمانیاں
ہوتی ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے گناہ
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ویسے
ہی معاف فرماتے رہتے ہیں، کچھ
وضو سے، نماز سے معاف ہو
جاتے ہیں لیکن گناہ کبیرہ تو کوئی
ہی بدبخت ہوگا جو چار ہزار
کرتا ہوگا۔ ورنہ اتنے اللہ کے
فضل سے نہیں ہوتے۔ تو جب
قیامت میں میزان میں نیکیاں
اور ذکر تولے جائیں گے۔ تو
انشاء اللہ چار ہزار مرتبہ روزانہ
کا کیا ہوا ذکر جب ترازو میں ڈالا
جائے گا تو اللہ کے نام میں
بوجھ بھی ہے۔ اللہ کا نام سب
کے مقابلے میں بھاری ہے، تو
پھر انشاء اللہ تعالیٰ نجات کا
ذریعہ بن ہی جائے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ
ترغیب دینے کے لیے، ہمارے
اندر ذکر کا شوق پیدا کرنے
کے لیے تاکہ نجات ہو جائے،
اللہ راضی ہو جائے، مصیبتوں
سے چھٹکارا ہو جائے، سکون
قلب نصیب ہو، رزق میں
برکت ہو، آفتوں سے نجات
ملے، ان سب کا ایک ہی علاج
بتاتے تھے، امراضِ روحانی سے
شفاء ہو، شرک اور کفر کے
علاوہ، شرکِ اصغر (ریاء) حسد
بغض، کبر۔ یہ ساری کی ساری
امراض بھی انسان کے اندر سے
نکل جائیں، اس کے لیے صحبت
اور ذکر کی بڑی ترغیب دیتے
حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔ اور جو
ذکر سے منہ موڑے گا جیسا کہ
میں نے آیت پڑھی۔ وَمَنْ
اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ
لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ ذکر سے
مراد قرآن بھی ہے، ذکر سے
مراد اللہ کا ذکر بھی ہے۔
اللہ اللہ کرنا بھی ہے، سب
اس میں آتا ہے۔ ذکر سے
مراد نماز بھی ہے۔ اَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ ۱۴) میری
یاد کے لیے نماز قائم کرے جس
نے نماز سے، قرآن سے، اللہ کے
نام سے، خدا کے ذکر سے اپنے
منہ کو موڑ لیا اس طرف رُخ
نہیں کیا، فرمایا زندگی بڑی تنگ
گذرے گی اور قیامت کے دن
بھی اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔
ذکر سے غفلت کا نتیجہ یہ ہوگا
قیامت کے دن اور پھر پچھتانے
سے کچھ فائدہ بھی نہیں ہوگا۔

ذکر کے لیے آسانیاں

بہرحال اللہ نے اپنا نام
لینے کے لیے بڑی بڑی آسانیاں
ہمارے لیے پیدا فرمائی ہیں،
کوئی شرط نہیں لگائی، کوئی
قید نہیں لگائی کہ جب تم
میرا نام لو، میرا نام بڑا پاک
ہے، بڑی برکتوں والا ہے، بڑی
رحمتوں والا ہے، بڑا محبوب نام
ہے۔ جب تم میرا نام لینے لگا

(باقی ۲۳ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : فاروقی

خلیفہ اولؓ کے فیصلے

عشقِ رسالتؐ کا صحیح مظہر ہیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبیداللہ انور مدظلہم ○

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر و للہ عاقبۃ الامور ۔

محترم حضرات! جانشین رسولؐ خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے سلسلہ میں آپ کے سامنے گذشتہ کئی نشستوں میں قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت سی باتیں بیان ہوئیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے جس حوصلہ، جانثاری، ایمانی قوت، فہم و تدبر اور حکمت کے ساتھ امورِ خلافت کو سرانجام دیا وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ چنانچہ بہت سے مشکل معاملات میں آپ نے توکلاً علی اللہ جو قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کو کامیابی سے نوازا۔ اگر آپ سرسری طور پر آپ کے صرف ۲½ سالہ دورِ حکومت پر نظر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ نے جس طرح کارہائے نمایاں سرانجام دئے کسی اور کے بس کی بات نہ تھی اور آج تقریباً چودہ صدیوں کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ کسی بھی قوم و مذہب میں ایسا انسان پیدا نہیں ہوا جس نے اتنے مختصر عرصہ میں اتنے زیادہ مسائل کو حل کیا ہو۔

لشکر اُسامہ کی روانگی

جنگ مؤتہ میں جہاں حضرت جعفر طیارؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور دیگر کئی جلیل القدر صحابہؓ شہید ہوئے وہاں حضور علیہ السلام کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ان محبوب صحابہؓ کی شہادت کا بے حد صدمہ تھا آپؐ نے ایک لشکر ترتیب دیا حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کا سردار بنایا اور انہیں شام جا کر اپنے والد کا انتقام لینے کا حکم دیا۔ اس لشکر میں حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہ ابن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور حضرت بن نعمان رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے بلندپایہ صحابہ بھی شامل تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود حضرت اُسامہؓ کو علَم قیادت عطا فرمایا۔۔۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ لشکر کو لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ سے

ایک منزل کے فاصلے پر مقام جرف میں قیام فرمایا۔ اس دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت مبارک زیادہ خراب ہو گئی۔ اس حالت میں لشکر کے لوگ بار بار حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عیادت و زیارت کے لیے آتے رہتے۔ ابھی فوج مقام جرف سے روانہ نہ ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچ گئی اور حضرت اسامہؓ شام جانے کی بجائے فوج لے کر مدینہ واپس آ گئے اس طرح چند روز کے لیے یہ مہم ملتوی ہو گئی۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا۔ اس وقت حالات نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے ارتداد کا فتنہ شروع ہو چکا تھا۔ اور مرتدین کی فوجیں مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہی تھیں۔ ایسے حالات میں لشکر اسامہؓ کا مدینہ سے دور دراز علاقے میں چلے جانا خطرے کا باعث ہو سکتا تھا اس لیے بعض صحابہؓ نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ موجودہ سنگین حالات کے پیشِ نظر مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس لشکر کی روانگی ملتوی کر کے دارالحکومت کا دفاع مضبوط بنایا جائے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے صاف انکار فرما دیا۔ اور جب فتنہ و فساد اور حالات کی نزاکت کے باعث اکابر صحابہ کی طرف سے لشکر کو روکنے کا اصرار زیادہ ہوا تو آپ نے اپنے ارادے پر چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے ذوقِ یقین کی قوت سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔ "قسم ہے اس قادرِ مطلق کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مدینہ میں ایسا ہو کا عالم ہو جائے کہ درندے مجھے تنہا پا کر پھاڑ کھانے کو دوڑیں۔ تو بھی جس لشکر کی روانگی کا فیصلہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا میں اس کی روانگی کو ہرگز نہیں روک سکتا۔

بیہقی اور ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "وحدہ لاشریک کی قسم! اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرتا۔" دلیل کے طور پر فرمایا "لشکرِ اسامہؓ کی روانگی پر آپؓ نے فرمایا۔ "اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر رسول اللہ کی پاک بیوی کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں جب بھی میں اس لشکر کو واپس نہ بلاؤں گا جس کو میرے آقاؐ نے روانہ فرمایا تھا اور اس پرچم کو کبھی سرنگوں نہ کروں گا جس کو آپؐ نے لہرایا تھا۔"

حضرات محترم! آپ کھلے دل سے غور فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلوں پر یقین اور ان کے ساتھ جس طرح کی جذباتی وابستگی سیدنا صدیق اکبرؓ کو تھی کیا اور بھی کوئی اس سلسلہ میں آپؓ کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ جب دیگر صحابہؓ نے آپؓ کو اپنے عزم و ارادے پر ڈٹے ہوئے دیکھا تو عرض کی کہ ہم آپ کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم اگر حضرت اسامہؓ کی جگہ کسی سن رسیدہ اور تجربہ کار صحابی کو لشکر کا سردار بنا دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ تو آپؓ نے انتہائی غصے کی حالت میں فرمایا کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق) کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار بنایا ہو اسے وہ

معزول کر دے۔

سردارِ لشکر کو سنہری نصیحتیں

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقعہ پر خود بنفس نفیس اس لشکر کو روانہ کرنے کے لیے باہر تک تشریف لے گئے، اور سردار لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو جو نصیحتیں فرمائیں وہ اسلام کی عظمت کی آئینہ دار اور اس کی سنہری تعلیمات کا ایک عکس ہیں۔ چنانچہ فرمایا "خیانت نہ کرنا، جھوٹ بولنے سے بچنا، وعدے کی خلاف ورزی نہ کرنا، بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو جان سے نہ مارنا، ہاتھ پاؤں، ناک کان نہ کاٹنا، پھل والے درخت کو نقصان نہ پہنچانا، کھانے کی ضرورت کے سوا کسی جانور کو یوں ہی ذبح نہ کرنا۔ لوگوں کو نرمی سے اسلام کی دعوت دینا، ملاقات کے وقت حفظِ مراتب کا خیال رکھنا، کھانا کھانے سے پہلے خدا کا نام لینا۔ یہود و نصاریٰ کے راہبوں سے تعرض نہ کرنا۔ انجام کے وقت احکام رسولؐ میں کمی بیشی نہ کرنا اور کفار سے خدا کے نام پر خدا کی راہ میں جنگ کرنا۔

ان نصیحتوں سے ہر انسان دیانتداری سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اسلام کا مقصدِ جنگ ملکی توسیع پسندی، جاہ طلبی، دشمنوں کی تباہی اور مالِ غنیمت کا حصول وغیرہ نہیں بلکہ اسلام میں جنگ صرف کلمہ حق کی سربلندی، انسانیت کی فلاح و کامیابی اور امنِ عالم کی بحالی کے لیے ہے۔

منکرین زکوٰۃ کے متعلق مؤقف

دوسری اہم مشکل جو آپ کو فوری طور پر درپیش تھی وہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی صورت میں تھی کہ بعض لوگوں نے کہا ہم کلمہ پڑھتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ جو رسول اللہؐ کے دور میں ادا کرتے تھے اب ادا نہیں کریں گے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سخت مؤقف اختیار کرتے ہوئے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کا ارادہ فرمایا۔ بعض صحابہؓ کو تردّد ہوا، کہ کلمہ گو اور نماز قائم کرنے والوں کے خلاف جہاد کیسے فرض ہو سکتا ہے؟ اور مشورہ دیا کہ صرف زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کے ساتھ عام مرتدین کا سا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گلشن اسلام کے اس مالی اور رمز شناس نبوت پر یہ مشورہ سن کر جلالی کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا "اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کے دور میں دی جانے والی زکوٰۃ کے ایک جانور بلکہ ایک رسی کے دینے کا انکار کرے گا تو بھی میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔"

مشکوٰۃ شریف کی روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا۔ "یا خلیفۃ رسول اللہ تألّف الناس وارفق بھم۔" اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی سے کام لیں" اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ نے عشق رسالت اور محبت دین میں ڈوبے ہوئے زوردار الفاظ میں فرمایا۔ "اجبارٌ فی الجاھلیۃ و خوّارٌ فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی و تمّ الدین أینقص وأنا حیٌّ" (اے عمرؓ!) دورِ جاہلیت میں تو تم بڑے سخت غضبناک تھے کیا اسلام میں داخل ہو کر پست ہمت ہو گئے؟ وحی کا سلسلہ منقطع اور دین مکمل ہو چکا ہے کیا وہ میری زندگی میں ہی

کمزور ہو جائے گا؟ یعنی ہرگز نہیں جب تک میری زندگی ہے میں دین کو کمزور نہیں ہونے دوں گا" اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا کہ آپ نے ہر قیمت پر دین کا دفاع کیا اور آپ کے اس سخت اور مضبوط موقف سے تمام فتنے دبتے چلے گئے اور اسلام کے بنیادی ارکان محفوظ ہوگئے یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم ایسے نازک مقام پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہماری رہنمائی نہ فرماتے تو یقیناً ہم ہلاک ہو جاتے۔"

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ

حضرات مکرم! امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ سیدِ کائنات امام الانبیاء، خاتم المعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کے آخری فرد ہیں آپ کے بعد قیامت تک کسی بھی درجے کا کوئی نبی، کوئی رسول، کوئی پیغمبر اور کوئی معصوم پیدا نہیں ہو سکتا۔ خود قرآن و حدیث میں اس عقیدہ کے بیشمار دلائل موجود ہیں۔ جن کے بیان کے لیے ایک طویل وقت کی ضرورت ہے۔ نیز حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین اور خاتم المعصومین ہونے کے ساتھ امت کا اس باب پر بھی اتفاق ہے کہ آپ کے بعد جو شخص نبوت یا معصومیت کا دعویٰ کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور جو شخص اس جھوٹے مدعیٔ نبوت کو نبی یا معصوم مانے یا اس کو اور اس کو نبی یا مسلمان سمجھنے والوں کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی از روئے شریعت کافر و مرتد ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو جہاں اور بہت سے مسائل سے نمٹنا پڑا وہاں جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ بھی ایک مستقل مسئلہ بن کر ابھرا اور سامنے آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے ساتھ ہی اسود عنسی، طلیحہ، لقیط اور مسیلمہ نے اپنی اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ آخر الذکر مسیلمہ ایک بہت بڑی قوت بن چکا تھا چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت اور قوت ایمانی کے ساتھ اس فتنہ کو بھی ختم کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں تقریباً تیرہ ہزار مجاہدین کا لشکر روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کذاب کی چالیس ہزار فوج کے ساتھ زبردست مقابلے کے بعد حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ اس خونریز جنگ میں تقریباً ایک ہزار مسلمان ختم نبوت کی شمع پر پروانہ وار قربان ہوئے لیکن انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسئلہ ختم نبوت کی حیثیت اور جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں کا اسلامی شریعت میں انجام متعین فرما دیا۔ ان ایک ہزار شہداء میں تقریباً چھ سو سے زائد قرآن کے حافظ اور قاری صحابہ تھے۔ اسی لیے بعد میں قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق قرآن کی آیات یکجا کی گئیں۔ اس طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک ہزار صحابہؓ کی قربانی دے کر ثابت کر دیا کہ خاتم المعصومینؐ کی ختم نبوت کی حفاظت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی بھی دی جا سکتی ہے۔

حضرات مکرم! یہ دورِ صدیقی کے مختصر کارنامے تھے جنہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کی قیامت تک کے لیے حدود متعین کر دیں اگر اس کے علاوہ آپ کے ۲½ سالہ دورِ حکومت کے تمام کارناموں پر

(باقی ۱۵ پر)

السلام علیکم ۔ ایک تحقیقی و تقابلی جائزہ

محمد الیاس فیصل —— علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف، بادشاہی مسجد، لاہور

دین اسلام صلح و آشتی کا علمبردار ہے امن و سلامتی کا داعی ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ جب بھی دو مسلمان ملیں تو آغاز کلام السلام علیکم اور علیکم السلام سے ہو، ارشاد نبوی ہے۔

اذا لقی مسلم اخاہ فلیسلم علیہ تو جملہ طلق (رواہ ابوداؤد)

جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے ملے تو خندہ پیشانی سے اسکو سلام کہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی دو مسلمان باہم ملتے ہیں تو سلامتی کی اس پیشکش میں ہر ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتا ہے

السلام علیکم :- نہ صرف یہ کہ میری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچیگی بلکہ میں تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلامتی کا خواہش مند ہوں،

وعلیکم السلام :- کے اس جواب میں بھی انہیں جذبات کا اظہار ہے

ارشاد نبوی ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (الحدیث)

کامل مسلمان وہ ہے کہ جسکے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

جب دو اشخاص باہم ملتے ہیں تو کسی نہ کسی درجہ میں ہر ایک کے دل میں یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ کہیں اس ملاقات میں دوسرا شخص اس کو کسی طرح کا نقصان تو نہیں پہنچائیگا؟ کہیں یہ ملاقات مستقبل میں خطرناک عزائم کی تکمیل کا پیش خیمہ تو نہیں؟

السلام علیکم اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام سے جانبین کے یہ خدشات رفع ہوتے ہیں، نتیجۃً ملاقات خوشگوار ماحول میں شروع ہوتی ہے انشراح صدر سے گفتگو کے بعد خدا حافظ کے الوداعی الفاظ پر ختم ہوتی ہے، جو جذبات دل میں تھے، زبان سے انکو الفاظ کا جامہ پہنایا عمل نے اسکی تصدیق کی تو الفت ومحبت میں اضافہ ہوا، ارشاد نبوی ہے

لا یؤمن احدکم حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا، افلا انبئکم علی امر اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم۔

کہ تم ایمان لائے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور تمہارے ایمان کا کمال یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے لیے الفت ومحبت کے جذبات رکھے، میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جس سے الفت محبت بڑھیگی کہ آپس میں سلام کو عام کردو!

السلام علیکم کا حکم

جب دو اشخاص ملیں اور باہم متعارف ہوں تو ضرور سلام کریں، اگر بغیر سلام کیے گذر ینگے تو دل میں شبہات پیدا ہونگے کہ نامعلوم یہ کیوں ناراض ہیں، اور اگر باہمی تعارف نہ ہو تب بھی سلام کر کے گذرے، ارشاد نبوی ہے وتقرئ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف، تو سلام کرے چاہے تعارف ہو کہ نہ ہو (بخاری)

السلام علیکم —— ابتداء کون کرے

(۱) سوار کو چاہیئے کہ پیادہ کو سلام کرے
(۲) چھوٹا بڑے کو
(۳) چلتا ہوا شخص کھڑے ہوئے کو
(۴) آنے والا شرکاء محفل کو
(۵) جو تعداد میں کم ہوں وہ تعداد میں اپنے سے زائد کو سلام کرے، جماعت میں ایک شخص کا سلام اور دوسری طرف سے ایک شخص کا جواب سب کی طرف سے کافی ہے

السلام علیکم —— کب اور کیسے

ان حالات میں سلام نہ کرنا چاہیئے اگر کسی نے کیا تو جواب دینا لازم نہیں!

(۱) نماز کی حالت میں نمازی کو سلام نہ کرنا چاہیئے
(۲) کھانا کھانیوالے کو سلام نہ کرنا چاہیئے
(۳) تلاوت یا دیگر اذکار میں مصروف کو سلام نہ کرے، (۴) قضائے حاجت کی حالت میں

۵) جو گناہ کے کام میں مصروف ہو

۶) جو شخص ایسی کیفیت میں ہو کہ جواب سے بے توجہی اور غفلت کریگا — کہ ان مواقع میں سلام کرنا خود سلام کی توہین ہے

السلام علیکم — جواب

جب ایک طرف سے انس و محبت کے جذبات کا اظہار ہوا ہے تو اخلاقی و قانونی طور پر دوسرے شخص کو بھی ان جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس سے بھی اچھے جذبات کا اظہار کرنا چاہیئے ارشاد ربانی ہے :-

و اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا (سورۃ نساء)

کہ جب تمہیں کوئی دعا دی جائے تو تم اس کے جواب میں بہتر دعا دو یا (کم از کم) اسی دعا کو لوٹا دو

کہ اگر کسی نے السلام علیکم کہا ہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے اور اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا ہے تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے یا وعلیکم السلام تو بہر حال کہے۔

ایک صحابی رض محفل نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو حضورؐ نے بھی جواب میں یہی کلمات دُہرا دیئے،

تو معلوم ہوا کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر مزید اضافہ نہ کرنا چاہیئے

(غرائب القرآن)

السلام علیکم — مسلمان کا شعار ہے

حتی کہ دوران جنگ اگر کوئی نامعلوم شخص سلام کرے اور عملی طور پر مسلمانوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے اور اسکے تفصیلی حالات معلوم نہ ہوں تو ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے گا، گویا جس شخص نے امن و سلامتی کے جذبات کا اظہار کیا ہے (جو کہ مسلمان کی علامت ہے) تو اسکی قدر دانی ہوگی اور اسکے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا البتہ اگر وہ عملاً اسکی خلاف ورزی کرے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائے یا حالات سے پتہ چل جائے کہ یہ شخص دشمن اسلام ہے اور السلام علیکم کہنا ایک چال ہے تو اسکے قول و فعل کے تضاد کے سبب اسکے ساتھ بھی دشمن کا سا معاملہ کیا جائے گا، قید یا قتل —

معلوم ہوا کہ السلام علیکم کہنا مسلمان کا نشان ہے اور السلام علیکم سے ایک شخص دوسرے کو بتاتا ہے کہ میں بھی مسلمان ہوں یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم کو السلام علیکم نہیں کہا جاتا، اگر وہ ابتداءً السلام علیکم کہہ دے تو جواب میں وعلیکم پر ہی اکتفا کرنا چاہیئے

سلام کا تصور — دیگر مذاہب میں

یہود کا سلام	انگلیوں سے سلام کرنا
نصاریٰ کا سلام	منہ پر ہاتھ رکھنا
مجوس کا سلام	صرف جھکنا

گویا مجوس کے ہاں سلام کی بجائے ایک شخص دوسرے کے سامنے جھکنے پر ہی اکتفا کرتا ہے ہندو بھی ہاتھ جوڑ کر جھک کر سلام کرتے ہیں

آجکل بعض کھیلوں میں صرف جھکنا سلام کی جگہ علامتی نشان کے طور پر رائج ہے جبکہ یہ غیر اسلامی طریق ہے اور مجوس و ہنود کا شعار ہے

قبل از اسلام عرب میں، صباح الخیر، صباح النور، والسرور، انعم صباحاً، صبح کا سلام، اچھی صبح) حیاک اللہ خدا تجھے زندہ رکھے وغیرہ رائج تھے،

السلام علیکم — وہ خوبیاں جو کہیں نہیں

سلام اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے گویا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے ہماری ملاقات کا آغاز ہوا،

۲) قرآن کریم میں ۱۲ مقامات پر سلام کا ذکر ہے، کہیں سلام علیک، (سورۃ مریم) کہیں وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ (سورۃ الفرقان)

۳) انعم صباحاً وغیرہ میں سلامتی کی دعا کو خاص وقت سے مختص کیا گیا ہے جبکہ السلام علیکم میں وقت کی قید نہیں، صبح شام دن رات دنیا و آخرت میں ہر وقت اور ہر جگہ میں سلامتی کی دعا و تمنا ہے،

جبکہ انعم صباحاً وغیرہ میں ہے کہ صبح تو مطمئن رہو البتہ شام کا ذکر اور وعدہ — ؟ کچھ نہیں :-

۴) السلام علیکم میں، سلامتی کی اس دعا میں ایک طرف سے دوسرے پر احسان ہے اور جواب میں اس سے بڑھکر احسان کیا جاتا ہے کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جبکہ دیگر سلاموں میں وہی الفاظ دہرانے کے سوا چارہ نہیں،

۵) زمانہ جاہلیت میں رائج دعائیہ کلمہ برائے ملاقات، حیاک اللہ، (اللہ تجھے زندہ رکھے)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا بھی ہے اور بددعا بھی، چونکہ ایک خاص وقت عمر گذارنے کے بعد زندہ رہنا عذاب سے کم نہیں ہوتا، جبھی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے جسمیں وہ اپنی ضروریات پوری نہ کر سکے۔"

(۶) زندگی کے ساتھ سلامتی کا ہونا لازم نہیں جو شخص مشکلات و مصائب میں گرفتار ہے وہ زندہ مگر سلامت نہیں ہے۔ اور حیاک اللہ میں مطلق زندگی کی دعا ہے، جبکہ السلام علیکم میں سلامتی کا مفہوم اس قدر عام ہے کہ ساری زندگی پر پھیلا ہوا ہے کہ جب تک زندہ رہو سلامت رہو حتی کہ موت آئے تو سلامتی کے ساتھ ہی آئے،

حالت موت کی سلامتی، ارشاد ربانی ہے

الذین تتوفاھم الملائکۃ طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ (سورۃ نحل)

کہ جنکی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (گناہ سے) پاک ہوتے ہیں تو وہ فرشتے کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ موت کے قریب نیک شخص کے کان میں فرشتہ سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ جنت کی حوریں جواب کی منتظر ہیں (غرائب القرآن)

قبرستان میں بھی سلامتی کی دعا،

جب ہم قبرستان میں جاتے ہیں تو یہ دعا پڑھتے ہیں، السلام علیکم یا اھل الدیار من المومنین

(تم پر سلامتی ہو)

نامہ اعمال لیتے وقت سلامتی

واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین، (سورۃ واقعہ)

یعنی نامہ اعمال لینے کا مرحلہ ہو تو وہاں بھی سلامتی ایک عظیم نعمت ہے اور السلام علیکم کا مفہوم اسکو بھی عام ہے کہ جنت میں داخلہ بھی سلامتی سے ہو۔"

بوقت دخول جنت فرشتے کہینگے"

سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین

(سورۃ الزمر)

تم پر سلامتی ہو تم اچھے رہے پس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ

اھل جنت کا باہمی سلام

جنت میں جانے کے بعد بھی ہر طرف سے السلام علیکم اور سلام سلام کی صدا آئیگی" ارشاد ربانی ہے،

والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم،

فرشتے جس دروازے سے بھی آئینگے کہیں گے تم پر سلامتی ہو"

اور اہل جنت بھی ایک دوسرے پر سلام بھیج رہے ہونگے

تحیتھم یوم یلقونہ سلام،

جب بھی اہل جنت ملینگے تو سلام کہینگے

اسلئے اللہ رب العزت نے حضرت یحیی کی بابت فرمایا

وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا، (سورۃ مریم)

کہ یحیی پر سلامتی ہو جب وہ پیدا ہوا جب وہ مریگا اور جب زندہ کر کے اٹھایا جائیگا

اور عیسیٰؑ نے اپنی بابت خود فرمایا،

والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (سورۃ مریم)

اور سلامتی ہو مجھ پر جب میں پیدا ہوا جب میں مرونگا اور جب میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا"

اللہ تعالیٰ نے نبی کو سلام کہا"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لیگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سلام کیا جو اللہ عزوجل کے شایان شان تھا"

کہ التحیات للہ والصلوٰت والطیبات

کہ تمام زبانی بدنی اور مالی عبادات اللہ ہی کے لئے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا السلام علیک ایھا النبی

اے نبی تجھ پر سلامتی ہو"

الغرض۔ السلام علیکم میں جس سلامتی کا ذکر ہے جسکی دعا و تمنا ہے، اس کا مفہوم اس قدر عام ہے کہ دنیوی زندگی موت کے بعد کی زندگی، قیامت کے بعد کی زندگی سبکو شامل ہے جبکہ اتنی جامعیت کسی اور سلام میں نہیں ہے

اگر ہم السلام علیکم وعلیکم السلام کی اس حقیقت کو سمجھ جائیں اور زبان سے کہہ کر عمل سے اسکی تصدیق کریں کہ کسیکو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں تو پورے اسلامی معاشرہ میں الفت و محبت نصرت و ہمدردی کے جذبات پھیل پھولینگے اور معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائیگا"

بقیہ : خطبہ جمعہ

نظر ڈالی جائے تو بڑے لمبے وقت کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں اصل کام آپ کی پیروی ہے اور یہ کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کے ساتھ محبت اور اطاعت عشق رسول میں حضرت صدیق کم

دار العلوم دیوبند مشہور اخبارات و رسائل کی نظر میں

مولانا بشیر احمد صاحب ۔ فقیر والی بہاولنگر

پندرہ روزہ نگراسپاٹ دیوبند

پندرہ روزہ نگراسپاٹ دیوبند کے مدیر طاہر الاسلام صدیقی، دارالعلوم دیوبند کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

،، دارالعلوم جن ناساز گار حالات، مایوس کن موسم، سنگلاخ زمین، اور باد صرصر کے طوفانی جھکڑوں کے درمیان قائم ہوا، بظاہر اس کا ترقی کر کے مضبوط و مستحکم اسلامی قلعہ کی شکل اختیار کر جانا ناممکن تھا، لیکن یہ حق تعالیٰ کا خاص فضل و انعام تھا کہ اس نے دارالعلوم کو نہ صرف بقاء و ترقی بخشی بلکہ پورے برصغیر پاک و ہند میں دارالعلوم کی ہزاروں شاخیں پھیلا دیں۔

ذالک فضل اللہ

دارالعلوم کو اپنی ایک سو اٹھارہ سالہ زندگی میں بعض پر پیچ راہوں سے بھی گذرنا پڑا، مثلاً ایسے مراحل آئے کہ دارالعلوم کا خزانہ بالکل خالی ہوگیا۔ اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں اور طلبہ کے اخراجات کے لئے ذمہ داران کو سوچنا پڑا ـــــ ایسے موڑ بھی آئے کہ دارالعلوم کی تدریسی و تعلیمی زندگی کے مدار و روح رواں اکابر دارالعلوم سے ہجرت فرما گئے اور دارالعلوم کو اپنی آنکھوں سے وہ پرسوز نظارہ بھی دیکھنا پڑا جب تقسیم ہند کے موا قع پر پورے ملک میں بربریت کا ناد بجایا جا رہا تھا، ملک فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جل رہا تھا اور مسلمانوں کے خاندان کے خاندان اپنے آشیانوں کو جلتا ہوا چھوڑ کر پاکستان کو سدھار رہے تھے باقی ماندہ بچے کچھے مسلمانوں میں بظاہر اتنا دم خم نہ تھا کہ وہ عوام کے چندہ سے چلنے والے کسی اتنے بڑے ادارے کا بار اٹھا سکیں، مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ان تمام حالات میں دارالعلوم ایک مضبوط پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ثابت اور قائم رہا اور آفریں ہے ذمہ داران دارالعلوم کو کہ انہوں نے ہر طرح کے سرد و گرم حالات کو انگیز کیا مگر اپنے موقف سے ایک انچ نہ ہٹے اور اپنے پیش روؤں کے کردار کو زندہ رکھا، دارالعلوم اور اس کے فضلاء اور اس کے اکابر نے قرآن و حدیث کی اشاعت، توحید و سنت کے احیاء، شرک و بدعت کے امحاء، انگریزی استعمار کے خلاف جہاد، مادر گیتی کی آزادی اور مختلف میدانوں میں جو زندہ جاوید کارنامے انجام دیئے ہیں روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور عیاں را چہ بیان،،

(پندرہ روزہ نگراسپاٹ دیوبند)

۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء

پندرہ روزہ دیوبند ٹائمز دیوبند

پندرہ روزہ دیوبند ٹائمز دیوبند کے ایڈیٹر جناب شاہین جمالی، دیوبند ٹائمز کے افتتاحیہ میں رقمطراز ہیں:

،، دارالعلوم دیوبند تحریک گاہ بھی ہے اور عظیم درسگاہ بھی، یہ ہندوستان میں شریعت کا سرچشمہ بھی ہے اور علم و تہذیب و ثقافت کا سرمایہ بھی ایک سو سترہ سالہ تاریخی خدمات کے آئینہ میں اس کا ہر روپ دلکش و دلآویز اور ہر نقش مکمل اور سنوارا ہوا ہے،،

(جنگ آزادی میں اس کی بے مثال قربانیوں کی پشت پر ڈھائی لاکھ مسلمانوں اور اکاون ہزار علماء کرام کی حیات آفریں شہادت کی ناقابل فراموش تاریخ ہے

(۲) معاشرتی اصلاح اور پاکیزہ انسانی قدروں کی علمبردار سوسائٹی میں دارالعلوم کا جتنا بڑا حصہ ہے۔ ہندوستان کی تمام سماجی اور سوشل تحریکیں یکجا ہو کر بھی اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتیں

(۳) آزادی کے بعد ملکی سیاسی خدمات کی تاریخ میں اس کے گیارہ ہزار فرزندوں اور ان کے سات کروڑ مسلم حلقہ اثر کی قربانیاں ایسے تاریخی ابواب ہیں جنکے بغیر کوئی تاریخ مکمل نہیں کہی جا سکتی،،

۴، قومی یکجہتی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی مساوات
و رواداری کے فروغ میں دارالعلوم کی پائدار
خدمات کا اعتراف ہر انصاف پسند مؤرخ کے
قرطاس و قلم کا لازمی حصہ ہے

۵، اسلامی تہذیب و ثقافت کی محافظت
اور صحیح اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت
میں دارالعلوم کی طویل خدمات کی بلندیوں کو
کوئی دوسرا ادارہ ہرگز نہیں چھو سکتا، اس
کے پیچھے علماء کرام کی تقریباً چھوٹی بڑی تصنیفات
پانچ ہزار ہونگی اور ساری دنیا میں تبلیغ و
دعوت کی لائن پر ۲۴ گھنٹے نقل و حرکت کرنے
والے حضرات کی تخمیناً ۵۵ لاکھ کی تعداد میں
بین الاقوامی برادری کا غالباً سب سے پہلا
عظیم کارنامہ ہے

۶، اردو زبان کی بقاء و ترقی میں دارالعلوم اور اس
کے زیر اثر دس ہزار سے بھی زائد مدارس و مکاتب
کی خدمات، ذریعہ تعلیم، تصنیفات و تالیفات
اخبارات و عوامی خطابات کی شکل میں ساری
دنیا میں اردو کی زندگی کی ضمانت ہیں، اس
دعویٰ میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہندوستان و
پاکستان کے علاوہ یورپ، افریقہ، امریکہ
اور تمام عرب ممالک میں اردو جاننے بولنے
اور سمجھنے والوں کی تعداد کے زبردست اضافے
میں دارالعلوم کی خدمات کا حصہ سب سے
زیادہ اور سب سے اہم ہے

۷، دینی خود کفالت کے میدان میں دارالعلوم
کے کارنامے اتنے بلند ہیں اور اتنے روشن ہیں
کہ آئندہ صدیوں تک ہندوستان کو دینی مسئلہ
میں کتاب و سنت سے استفادہ کے لئے باہر
کی طرف جھانکنے کی ضرورت نہیں پڑیگی دارالعلوم
نے شریعت اسلامی کو روایت و درایت کے
ساتھ ایسے محفوظ طریقے پر موجودہ نسل
تک پہنچا دیا ہے کہ صدیوں میں بھی اس
کے گہرے اثرات مٹائے نہیں جا سکتے

۸، مسلمانوں کو وطنی، شہری، لسانی
اور مذہبی زندگی میں خوف و ہراس کی جگہ
جو ثبات و استحکام دارالعلوم نے بخشا ہے
اسکی دوسری کوئی نظیر پیش نہیں کیجا سکتی

۹، جدت و قدامت کی کشمکش اور تقلید
و اجتہاد کے باہمی الجھاؤ کے درمیان دارالعلوم
ہمیشہ مسلک اعتدال، توازن فکر پر قائم
و دائم اور افراط و تفریط کے بیچوں بیچ خط
مستقیم پر سرگرم سفر ہے

۱۰، دارالعلوم نامساعد حالات میں جینے
کا حوصلہ اور دشوار گذار مرحلوں میں اپنا راستہ
بنا لینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور پچھلی ایک
صدی کی تاریخ اس کے اس خداداد کمال
کی معترف و شاہد ہے

ہمارا خیال ہے کہ چودہویں صدی میں دارالعلوم
مجدد دین اسلام کی جماعت کا نمائندہ رہا ہے
اور اب پندرہویں صدی کا آغاز بھی اس
کے تجدیدی کارناموں کے اعتراف کے ساتھ
ہو رہا ہے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ
اس صدی کے مجددین کے فرائض کی تکمیل
بھی مجموعی طور پر دارالعلوم کی سعادت کا
حصہ بنیگی۔

دعا ہے کہ گردش لیل و نہار اور ماہ و سال
کے سفر میں دارالعلوم منزل سعادت کی
طرف یونہی گامزن رہے ،،

پندرہ روزہ دیوبند ٹائمز دیوبند
۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء مطابق ۲۷ ربیع ۲
۱۴۰۰ھ،

روزنامہ جسارت کراچی

روزنامہ جسارت جمعہ ایڈیشن ۲۱ مارچ
۱۹۸۰ء کے شمارے میں اس کے صفحہ اول
پر ایک مضمون بعنوان دارالعلوم دیوبند کے
سو سال، اشاعت پذیر ہوا ہے اس مضمون
کے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے
ہیں "

دارالعلوم دیوبند اسلامی اور دینی یونیورسٹی
ہے، اس کے قیام کو عمل میں آئے ایک صدی
سے زائد عرصہ گذر چکا ہے، اس عرصہ میں
اس ادارے نے جو کارہائے نمایاں انجام
دیئے ہیں اسکی نظیر ملنا ممکن نہیں ہے" اس
ادارہ نے جتنے نامور علماء، مفسر، محقق،
مصنف اور مؤلف پیدا کئے اور ان سے جو ظاہری
و باطنی فیض جاری ہوا، وہ ایک کھلی ہوئی
حقیقت ہے، علم کا کوئی گوشہ ان بزرگوں
کی دسترس سے باہر نہیں ہے، قرآن و حدیث
فقہ و منطق، فلسفہ، اور تفسیر پر جو کام اس
درسگاہ کے فیض یافتہ لوگوں نے کیا ہے
اس کا فیض نہ صرف پاک و ہند بلکہ پورے
عالم اسلام کو پہنچا ہے ،،

۲، دارالعلوم کی دینی، ملی، علمی خدمات اور
سیاسی سرگرمیوں کے جائزے کے لئے ایک
دفتر کی ضرورت ہے، اس کا احاطہ ایک
مضمون میں مشکل ہے، جو دارالعلوم ایک مسجد
سے شروع ہوا اور جسکی ابتداء صرف
روپے سے ہوئی وہ آج خدا کے فضل و کرم
سے متعدد شعبوں پر مشتمل ہے، مثلاً شعبہ
تعلیمات، دارالافتاء، مجلس معارف القرآن،
جامعہ طبیہ، شعبہ تبلیغ، شعبہ کتابت و صنعت

و عرفت، شعبہ نشریات، ورزش، محاسبی
تنظیم و نسق، اوقاف، تعمیرات، دار الاقامہ، صفائی
برقیات، امور خارجہ و غیرہ وغیرہ بحث کیجا سکتی
ہے، بالکل اسی طرح اگر دار العلوم کی وسیع و
عریض عمارت کا جائزہ لیا جائے تو اس کے
لئے کافی گنجائش کی ضرورۃ ہے

روزنامہ مشرق لاہور

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنے ۱۹ / مارچ ۸۰ء
کے شمارے میں لکھا ہے۔

،، دار العلوم دیوبند سے ایک سو ستر برس
میں ایسے ایسے نابغہ روزگار علماء پیدا ہوئے
کہ ان میں سے ایک ایک کو کھڑا کر کے دنیا کو
چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ تم اس کی مثل لاؤ۔
بانی دار العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
سرپرست اول حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت
مولانا شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ
مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد منظور
نعمانی مدظلہ، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا
محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حفظ الرحمان رحمۃ اللہ علیہ
سیوہاروی، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد
بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ مولانا حبیب الرحمان عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا
حبیب الرحمان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبید اللہ
سندھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد
عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا
ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری محمد طیب صاحب
مدظلہ، مولانا محمد اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید احمد
اکبر آبادی مدظلہ، مولانا سید محمد میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ
مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ، مولانا عبد الحق
صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک، تو ایسی نامور شخصیات
ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر جتنا فخر کیا جائے
کم ہے، اور اگر یہ کہدیا جائے کہ دار العلوم
اپنے پورے گذشتہ دور میں ایسی دو تین
شخصیات ہی پیدا کر دیتا تو یہ اس کے لئے
فخر و مباہات کی پونجی تھی، لیکن یہاں
تو سینکڑوں علماء، فضلاء قطار اندر
قطار کھڑے نظر آتے ہیں کہ جو اپنی مثال
آپ ہیں یہ تو دار العلوم کی خدمات کا ایک
اجمالی خاکہ ہے اور اگر اس کی تفصیل میں
جائیں تو ہندوستان کے ایک کونہ سلہٹ
سے لیکر کراچی طورخم اور چمن دبلوچستان
تک علم کی شمعیں جل رہی ہیں اور ان
سب کی روشنی دار العلوم دیوبند سے
مستنیر ہے ،،
برعظیم پاک و ہند کا کوئی ضلع بلکہ کوئی
تحصیل ایسی نہ ہوگی کہ جہاں دار العلوم
دیوبند سے فیض یافتہ حضرات کوئی مدرسہ
نہ چلا رہے ہوں، اور گاؤں تو شاید
کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جہاں اس دار العلوم
کی روشنی نہ پہنچی ہو اور یہ روشنی کوئی
نئی روشنی نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت
کی روشنی ہے، فقہ حنفی کی روشنی ہے
اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی محبت
و عشق کی روشنی ہے گویا برصغیر جو آج کتاب
و سنت کی صحیح تعلیم سے مزین و آراستہ
ہے اس میں بیشتر حصہ دار العلوم دیوبند
کا ہے، اگر طلبہ کی تعداد دیکھی جائے تو
ہم بلا مبالغہ کہتے ہیں کہ ۷۵ فیصد طلباء
دیوبندی مدارس میں پڑھتے ہیں ،،

روزنامہ امروز لاہور

روزنامہ امروز لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء کی اشاعت
میں ،، دار العلوم دیوبند ایک جائزہ ایک تعارف،،
کے عنوان سے جناب مقبول جہانگیر کا ایک نہایت
اہم مقالہ اس کے صفحہ اول پر چھپا ہے،
جناب مقبول جہانگیر صاحب اس مقالہ کے
آخر میں رقمطراز ہیں ،، دار العلوم نے اس
نوعیت کے افراد پیدا کئے، جنہوں نے تعلیم
و تزکیہ، اخلاق، تصنیف، افتاء، مناظرہ،
صحافت، خطابت، تذکیر، تبلیغ، طب اور
حکمت میں بیش بہا خدمات انجام دیں،
ان ہزار ہا افراد نے کسی مخصوص خطے میں
نہیں بلکہ پاک و ہند کے ہر صوبے اور
بیرونی ممالک میں قابل قدر کارنامے انجام
دیئے ،،
۱۲۸۳ھ سے ۱۳۸۳ھ تک سو سال کی
مدت میں اگر دار العلوم کی ان خدمات کا
جائزہ لیا جائے جو اس نے انجام دیں تو
معلوم ہوگا کہ ان گنت آفتاب و ماہتاب
ہیں جو چمکے اور مخلوق خدا کو ظلمت جہل سے
نکال کر نور علم سے مالا مال کیا
دار العلوم کے فیضان نے ایک طرف تو
ایسی شخصیتیں پیدا کیں جن میں سے ایک
ایک فرد اپنی جگہ مستقل جماعت کی حیثیت
رکھتا ہے دوسری طرف برصغیر میں دینی
مدرسوں کا سلسلہ قائم کیا، بیرون برصغیر
بھی دار العلوم کے علمی اثرات دور دور
تک پہنچے حتیٰ کہ مرکز اسلام مہبط وحی کی
خدمت کے لئے بھی دار العلوم ہر وقت حاضر
رہا اس کے متعدد فضلاء نے حجاز مقدس

مستقل افادہ و درس کا سلسلہ جاری کیا
مثلاً حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ
نے حرم نبوی میں اٹھارہ سال تک علوم کتاب
و سنت کے دریا بہائے جس سے ہزاروں
حجازی، شامی، عراقی اور مختلف بلاد اسلامیہ
کے لوگوں نے استفادہ کیا اور ان تک دارالعلوم
کی سند پہنچی، سیاسی میدان میں دارالعلوم
کی خدمات سورج کی طرح روشن ہیں آزادی
ہند کی تحریک اور پھر تحریک پاکستان میں
دارالعلوم کے اکابر و اصاغر نے بقدر حوصلہ
و ظرف خوب خوب حصہ لیا،،

روزنامہ جنگ کراچی

روزنامہ جنگ کراچی ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء کے
شمارے میں متعدد اہل علم و قلم حضرات کے
مضامین و مقالات، دارالعلوم دیوبند کے
کوائف و حالات اور اسکی عظیم الشان دینی
مذہبی، ملی، سیاسی خدمات پر شائع ہوئے
ہیں۔ اس اشاعت میں مولانا ابو سلیمان
شاہجہان پوری کا ایک عظیم و گرانقدر اور
نہایت وقیع مقالہ بھی شائع ہوا ہے اس
کا ایک اہم اقتباس پیش خدمت ہے لکھتے
ہیں:-

"دارالعلوم دیوبند علوم اسلامی کی ایک قدیم
طرز کی درسگاہ نہیں بلکہ احیاء اسلام و
قیام ملت کی عظیم الشان تحریک کا نام ہے
دارالعلوم دیوبند انقلاب کا مرکز اور سیاسی
تربیت گاہ تھی، اس نے اسلام کے جان
نثاروں اور ملت کے غم گساروں کی ایک
ایسی جماعت تیار کی جو ملت کے غم میں خود
بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا،
جو اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے
وقار کی بحالی کے لئے خود بھی تڑپے اور
دوسروں کو بھی تڑپایا، انہوں نے آبرو
مندانہ زندگی کے حصول کے لئے اپنی
جانیں قربان کیں، اور دوسروں کو جاں
نثاری اور ایثار پیشگی کا سبق دیا، انہوں
نے مسلمانوں کے ذہنی جمود کو توڑا، برٹش
استعمار کے سحر کو توڑا، انہوں نے وقت
کی استبدادی قوتوں سے پنجہ آزمائی کی
اور ملک کے ذہنوں سے خوف و ہراس
کو دور کیا، اتنا ہی نہیں انہوں نے علیگڑھ
کے سیاسی ویرانے میں آزادی کی شمع روشن
کی، نصب العین کی پستی سے نکالا، مقصد
کی سلجھیت کا احساس دلایا، اور اس
محفل میں جہاں زبان بندی کا دستور نافذ
تھا، جہاں بات کرنے پر زبان کٹتی تھی
اور ذہنوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے
وہاں انقلاب کا صور پھونکا، اور نوجوانوں
کی ایک بڑی جماعت کو کاسہ لیسانہ زندگی
کی غلاظت سے نکال کر ملک کی آزادی
کی جدوجہد میں رہنمائی کے منصب پر
فائز کیا، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے
کہ بیسویں صدی کے شروع میں علیگڑھ
میں جو سیاسی بیداری پیدا ہوئی وہ دیوبند
یا ملک کی دوسری انقلابی و سیاسی تحریکات
کی رہین منت تھی اور جو انقلابی اور
حریت پسند اٹھے وہ دیوبند کے چشمہ
فکر کا فیضان تھا،،

دیوبند کے اکابر نے ملک کی آزادی کی
جدوجہد میں بیش از بیش حصہ لیا اس راستے
تک کی تمام صعوبتوں کو برداشت کیا اور
ہر آزمائش پر پورے اترے،
دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد سیاست
میں حصہ لینے کا دور حضرت شیخ الہند کی زندگی
کی تحریک ولی اللہی کا ایک مستقل عہد تسلیم کیا
گیا ہے، حضرت شیخ الہند کی سرکردگی میں
اصحاب عزیمت کا جو قافلہ تیار ہوا تھا
اس میں مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ
مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ، مفتی محمد
کفایت اللہؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ
مولانا احمد علی لاہوریؒ، فضل ربی رکن
ہیئت تحریر افغانستان، مولانا سیف الرحمان
مولانا حافظ محمد صادق، اور دوسرے
بہت سے اکابر شامل تھے، آج بھی ہندوستان
سے پاکستان تک دارالعلوم دیوبند کے فضلاء
سیاسی میدان میں ملک و ملت کی رہنمائی
کر رہے ہیں، دیوبند کے نامور عالم اور صوفی
مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بعض مسائل
میں جو روش اختیار کی اس سے تحریک
پاکستان کے رہنماؤں نے فائدہ اٹھایا
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تو تحریک پاکستان
کے رہنماؤں میں شامل تھے اور انہوں نے
اپنی بہترین عالمانہ صلاحیتوں سے مسلم لیگ
کو اسلامی ریاست کے نصب العین پر
مستحکم کرنے اور استوار رکھنے کی کوشش
کی، پھر قیام پاکستان کے بعد ہندوستانی
رہنماؤں نے نہایت خراب حالات میں
مسلمانوں کی رہنمائی کی اور ان کے حوصلوں
کو بلند رکھا اور پاکستان میں اس سلسلہ
کے بزرگوں نے ملک و ملت کی تعمیر و ترقی
کے ایک نئے عزم کے ساتھ بیڑا اٹھایا اور
پاکستان کی زندگی کے ہر گوشہ میں اپنی صلاحیتوں

اور قابلیتوں سے ملت کی رہبری کی، دار العلوم دیوبند کے اکابر اور اس کے فرزند علمی و ادبی خدمت کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے، اس کے بانیوں میں حاجی امداد اللہ اور مولانا محمد قاسم اُردو کے بہترین ادیب تھے اور صاحب تصنیف و تالیف بزرگ تھے، حضرت شیخ الہند دیوبند کے نامور سپوت اور اس کے رہنماؤں میں بہت بڑے صاحب قلم بزرگ تھے ان کا ترجمہ قرآن مجید اردو ادب کا شاہکار ہے ان کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شبیر احمد عثمانی، بدر عالم میرٹھی، مولانا سید محمد میاں مناظر احسن گیلانی، مولانا حفظ الرحمان مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تحریریں عالمانہ اور محققانہ ہی نہیں زبان و بیان اور اسلوب کے لحاظ سے بھی وقت کی معیاری، ادبی تحریریں ہوتی ہیں"

تاجور نجیب آبادی، مظہر الدین بجنوری، حامد انصاری غازی، شائق احمد عثمانی تو ادب و شعر کی دنیا میں معروف ہی ادبی حیثیت سے ہیں، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور بہت سے اکابر دیوبند اگرچہ ادبی حیثیت سے مشہور نہیں ہو سکے لیکن وہ اپنی تصانیف کی علمی تاریخی، سیاسی حیثیت کی بنا پر علمی و ادبی دنیا کی معروف شخصیت ہیں ان کی خدمات سے ہر شخص واقف ہے

اگر دار العلوم ندوۃ العلماء کو اس امر کا حق پہنچتا ہے کہ وہ دار المصنفین اعظم گڑھ کے مرکز علمی میں ہونے والے کام کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھے تو دار العلوم دیوبند کو بھی اس کا حق ہے کہ اس کے فرزندوں نے ندوۃ المصنفین دہلی میں بیٹھ کر علم و ادب اور تصنیف و تحقیق کے جو ہفت خواں طے کئے ہیں وہ ان پر فخر کرے یا اس کے فرزندوں نے علم و ادب کے جس میدان میں بھی اور کسی علمی ادارے کے گوشہ خلوت میں یا کسی مجلہ و اخبار میں کوئی علمی و صحافتی اور ادبی خدمت انجام دی ہے وہ اسے اپنے تاریخ و تذکرے میں ذکر کرے

وقفِ لازم کی نحوی و معنوی تشریح

مولانا قاری محمد تقی الاسلام — مُقیم ریاض — سعودی عرب

سورۃ القلم !

اس میں وقف لازم تین جگہ ہے

(۱) ولعذاب الاخرۃ اکبر م علم

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ آخرت کے عذاب کا بڑا اور سخت ہونا ان مشرکین کے جاننے پر موقوف ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ "اور بلاشبہ اگر یہ مشرکین آخرت کے عذاب کو سخت سمجھ لیں تو اس صورت میں آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور اکبر پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لو کانوا میں جو لوا ہے وہ تمنی کے لئے ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ،، اور بلاشبہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کیا اچھا ہوتا اگر یہ مشرکین بھی اس عذاب کو بڑا جانتے تو پھر شرک سے باز آجاتے

(۲) کصاحب الحوت م اذ نادی

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اذ نادی جو اس کے بعد ہے اس کا اذ، ولا تکن کا ظرف زمان ہے اور معنی یہ بن جاتے ہیں کہ، اور آپ اس وقت مچھلی والے یونس علیہ السلام کی طرح گنہ گاروں پر عذاب نازل کرنے کی درخواست میں جلدی کرنے والے نہ ہوں، جب ان یونس علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں ہے اس لئے یہ معنی فاسد ہیں، اور کصاحب الحوت پر وقف کرنے سے اذ نادی کا مستانفہ ہونا اور اذ، کا اذکر، مقدر کے لئے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں

اور آپ مچھلی والے یونس کی طرح جلدی
کرنے والے نہ ہوں، اور اس وقت کو
یاد کرو جب ان یونس علیہ السلام نے اپنے
پروردگار کو پکارا تھا"

(۳) انہ لمجنون ۵ ع ۲ . یہاں وصل
کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وما ھو
جو اس کے بعد ہے یہ انہ لمجنون پر معطوف
ہے اور یہ بھی کفار کے مقولہ میں شامل ہے
اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ "اور یہ کفار
اور مشرکین یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشک یہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے ہیں اور یہ بھی
کہتے ہیں کہ یہ قرآن تمام عالموں کے لئے
نصیحت ہے اور یہ معنی واقع کے
خلاف ہیں کیونکہ اگر کفار قرآن مجید کو
نصیحت نامہ مان لیتے تو وہ مومن ہو جاتے
اور لمجنون پر وقف کرنے سے وما ھو
کا مستانفہ ہونا اور حق تعالی شانہ کی طرف
سے ان کفار کے رد کے لئے ہونا واضح
ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ "اور
یہ کفار یہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ
تعالی علیہ وآلہ وسلم دیوانے ہیں
اس کے بعد حق تعالی ان کے رد کے
لئے فرماتے ہیں، اور یہ قرآن تمام عالموں
کے لئے نصیحت ہے اور کامل نصیحت ہے
تو کیا ایسا کلام دیوانوں پر نازل کیا جاتا
ہے، ان بیوقوفوں کو سوچ سمجھ کر بات
کرنی چاہیے"

سورۃ نوح
اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

(۱) اذا جاء لا یؤخر ۵ ع ۱ یہاں وصل کرنے
سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ لو کنتم جو اس کے
بعد ہے اسمیں لو شرطیہ ہے اور لو کنتم شرط ہے
اور جملہ ان اجل اللہ جو اس سے پہلے ہے
وہ شرط کی جزاء کے مرتبہ میں ہے اور معنی یہ
ہیں کہ اگر تم جان لیتے تو یہ بات واضح ہو جاتی
کہ اللہ تعالی کا مقرر کیا ہوا وقت ٹلا نہیں کرتا
حالانکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے وقت کا نہ ٹلنا
ان کے جاننے پر موقوف نہیں ہے اور لا
یؤخر پر وقف کرنے سے یہ بات واضح
ہو جاتی ہے کہ لو کنتم میں جو لو ہے وہ تمنی
کے لئے ہے اور شرطیہ نہیں ہے اور معنی یہ ہیں
کہ بلاشبہ اللہ پاک کا مقرر کیا ہوا وقت ٹلا
نہیں کرتا کیا اچھا ہوتا کہ تم اس بات کو جان
لیتے اور پختہ یقین کر لیتے"

سورۃ النازعات
اس میں وقف لازم چار جگہ ہے۔

(۱) فالمدبرات امرا ۵ ع ۱ " یہاں
وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یوم
ترجف جو اسکے بعد ہے اس میں یوم
فالمدبرات کا ظرف زمان ہے اور معنی یہ
ہو جاتے ہیں پھر ان فرشتوں کی قسم جو
اللہ تعالی کے طے کئے ہوئے معاملہ کا اس روز
انتظام کرنے والے ہیں جس روز ہلنے والی
زمین ہل جائیگی اور اس پر زلزلہ آجائیگا
حالانکہ انتظام والے فرشتوں کا انتظام دنیا
میں اور قیامت سے پہلے بھی جاری ہے
اور ہر وقت وہ حکم کے موافق کام میں
لگے رہتے ہیں اور امرا پر وقف
کرنے سے یوم کا اذکر مقدر کے لئے ظرف
ہونا اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح
ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ پھر ان
فرشتوں کی قسم جو ہر وقت اللہ تعالی کے طے
کئے ہوئے معاملات کا انتظام کرتے رہتے
ہیں اور اس دن کو بھی یاد کرو جس دن
زمین پر زلزلہ آجائیگا اور پھر اسکے پیچھے
آنے والی چیز یعنی قیامت آجائیگی"

(۲) ابصارھا خاشعۃ ۵
یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے
کہ جملہ یقولون جو اسکے بعد ہے وہ اس مقدر
جملہ یعنی تخشع سے حال ہے جو مفہوم میں
ابصارھا خاشعۃ کے ساتھ متحد ہے
اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ بہت سے دل
اس روز کانپ رہے ہونگے اور ان کی
آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہونگی حالانکہ
وہ کانپتے ہوئے دلوں والے لوگ یہ
کہہ رہے ہونگے کیا ہمیں پھر اصلی حالت
پر لوٹایا جائیگا اور ہم پھر اپنے پورے جسم
اور تمام اعضاء سمیت زندہ ہونگے، ایسا
ہونا تو عقل سے بالکل دور ہے، حالانکہ ان
کا دوبارہ زندہ ہونے کو عقل سے دور
بتانا دنیا میں پیش آیا تھا اور خاشعۃ
پر وقف کرنے سے یقولون والے جملہ کا
مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی
یہ ہوتے ہیں کہ وہاں تو ان کی یہ حالت ہوگی
کہ دلوں پر لرزہ اور آنکھیں شرم سے لبریز
ہونگی اور یہاں یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے
کو عقل سے دور بتا رہے ہیں"

(۳) کرۃ خاسرۃ ۵ یہاں وصل کرنے
سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد والا
جملہ فانما ھی زجرۃ بھی کفار کے مقولہ
میں شامل ہے اور قیامت کا انکار کرنے
والوں اور اس کی ہنسی اڑانے والوں کے
کلام میں داخل ہے اور اس صورت میں معنی

یہ ہوجاتے ہیں کہ کفار نے یہ کہا کہ جب ہم دوبارہ زندہ ہونگے تو یہ لوٹنا تو نقصان والا ہوگا کیونکہ ساری ہڈیاں جمع نہیں ہوسکینگی صرف تھوڑی سی مل جائینگی پھر یہ دوبارہ زندہ ہونا ایک سخت آواز ہوگی اسی سے سب کے سب قیامت کے میدان میں آکر موجود ہوجائینگے اور اس آخری جملہ سے یہ نکلتا ہے کہ وہ کفار قیامت کو مانتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے اور فاسرۃ م پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ منکرین کا کلام یہاں ختم ہوگیا اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ ان کے انکار اور ہنسی کے رد میں فرماتے ہیں کہ قیامت تو ایک سخت آواز ہوگی یعنی صور پھونکا جائیگا اسی سے سب کے سب زندہ ہوکر قیامت کے میدان میں آموجود ہونگے

(۴) ھل اتٰک حدیث موسیٰ م اسکی تقریر اسی طرح ہے جس طرح حدیث موسیٰ طٰہٰ میں ہے اور المکو میں ذٰریات میں ہے،،
یعنی یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اذ نادیٰ جو اسکے بعد ہے اس کا اذ، ھل اتٰک کے لئے ظرف ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اسوقت پہنچا ہے جب ان کو ان کے رب نے پاک میدان میں یعنی طویٰ میں پکارا تھا اور اس معنی کا فاسد ہونا ظاہر ہے کیونکہ وہ وقت تو آپکے زمانہ سے کئی ہزار سال پہلے ہوچکا ہے اور موسیٰ پر وقف کرنے سے جملہ اذ ناداہ کا مستانفہ ہونا اور اذ کا اذکر مقدر کے لئے ظرف ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہونچا ہے اس کے معلوم کرنے کے لئے اس وقت کو یاد کیجیے جب ان کے رب نے انہیں پکارا تھا،،

سورۃ عبس ط اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے،،

(۱) فمن شاء ذکرہ م یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ فی صحف میں جو فی ہے اس کا تعلق ذکرہ سے ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ جو یاد کرنا چاہے وہ اس نصیحت کو عزت والے صحیفوں میں سے یاد کرلے جو لوح محفوظ میں موجود ہیں ظاہر ہے کہ ان صحیفوں تک جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہے کسی کی بھی رسائی نہیں، پھر ان میں سے کس طرح یاد کرسکتے ہیں،، اور ذکرہ پر وقف کرنے سے جملہ فی صحف کا مستانفہ ہونا اور فی جارہ کا موجودۃ مقدر کے متعلق ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ پھر جو اس نصیحت کو یاد کرنا چاہے کرلے،، اور یہ نصیحت باعزت صحیفوں میں موجود ہے،،

سورۃ الغاشیۃ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے،،

(۱) عین جاریۃ م یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ فیھا جو اس کے بعد ہے اس کا تعلق جاریۃ سے ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ اس جنت میں ایک چشمہ جو اس میں جاری ہوگا، تخت اونچے اونچے، اب اس پر یہ پتہ نہیں کہ یہ اونچے اونچے تخت کہاں ہونگے کیونکہ جاریۃ سے متعلق ہوجانے کے سبب فیھا اس سے جدا ہوگیا اور جاریۃ پر وقف کرنے سے جملہ فیھا سُرُرٌ کا مستانفہ ہونا اور فیھا کا ثابتۃ مقدر کے متعلق ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں، اور اس جنت میں بہتا ہوا چشمہ ہوگا، نیز اس جنت میں اونچے اونچے تخت ہونگے،،

سورۃ البلد اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے،،

(۱) ان لن یقدر علیہ احد م یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ یقول اھلکت جو اس کے بعد ہے وہ احد کی صفت ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ کیا یہ حق تعالیٰ کی قدرت کا منکر یہ سمجھتا ہے کہ اس پر اس ایک کا بس بھی نہیں چلیگا جو یہ کہتا ہے کہ میں نے دین کے مٹانے کے لئے بہت مال خرچ کردیا ہے بس اب تو یہ مٹ ہی جائیگا اور اس معنی کا فاسد ہونا ظاہر ہے، کیونکہ بہت مال خرچ کرنیوالا بھی حق تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا، اور نہ اس کے خلاف کسی پر قدرت پا سکتا ہے
اور احد پر وقف کرنے سے یقول والے جملہ کا مستانفہ ہونا اور احد سے جدا ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ، کیا اس منکر کا یہ خیال ہے کہ اس پر کسی کا بھی بس نہیں چلیگا، کیا حق تعالیٰ بھی اس کے مقابلہ میں عاجز ہیں اور اسی لئے یہ اترا کر کہتا ہے کہ میں نے دین کے مٹانے کے لئے بہت کچھ خرچ کردیا ہے اس لئے تو اب اس دین کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہیگا،،

بادۂ شیراز در جامِ اردو

آفتاب از روئے او شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب
دستِ ماہ و مہر بر بندد رخش
ماہ بی مہرم چو بگشاید نقاب
از خیالم باز نشناسد کسے!
گر در آغوشش بہ بینیم شب بخواب
شاہدان مستور و مستان بے شکیب
خانقہ معمور و درویشان خراب
خونِ دل در جام دیدم از سرشک
آبرو برباد دادم از شراب
سوزِ مستان گر بداند محتسب
در دم از می شان زند بر آتش آب
ہر کرا از دیدہ شد بارانِ اشک
زیرِ دامن باد دارد چون سحاب
از برائے بادہ مے باید زدن
محتسب را حدِ بے حد و حساب
حافظا! وعظ و نصیحت گو مکن
ترکِ ترکانِ خطا نبود صواب!

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازیؒ

اُس کا چہرہ دیکھ کر سورج کو بھی آیا حجاب
کیوں نہ آتا؟ سایہ کب رہتا ہے نزدِ آفتاب
اس کا چہرہ دیکھ کر ہوں ماند مہر و ماہتاب
چاند میرا جو کہ ہے بے مہر، جب اُلٹے نقاب
میرے اس حسنِ تخیّل کو نہیں سمجھیں گے لوگ!
تو مرے آغوش میں ہے، یہ ہے بیداری کہ خواب
حسن تو پردہ نشیں ہے اور عاشق بے شکیب
خانقاہ آباد ہے، درویش ہیں خانہ خراب
مَیں نے دیکھا آنسوؤں سے جام میں دل کا لہو
میری عزّت تُو نے کی برباد اے رنگیں شراب
محتسب گر جان لے رندوں کے دل کی آگ کو!
اپنے ہاتھوں سے وہ میخواروں پہ چھڑکے گا شراب
آنسوؤں کی جس کی آنکھوں سے ہے بارش ہو رہی
اُس کے دامن میں ہوا ہے، وہ ہے مانندِ سحاب
تازیانے محتسب کو بھی لگانا چاہئیں
میکدے میں یہ بھی تو آتا ہے بے حد و حساب
چھوڑ دے حافظ! یہ سب وعظ و نصیحت چھوڑ دے
کیا حسینانِ خطا کو چھوڑنا بھی ہے صواب؟

تلمیذِ خواجۂ شیراز، حکیم آزاد شیرازی

بقیہ : مجلس ذکر

کرو تو لباس اچھا پہنو، اس وقت پہلے غسل کرو یا اس پہ خوشبو لگاؤ، پہلے مسواک کرکے منہ کو صاف کرو، اندر سے خوشبو ہو۔ کوئی قید نہیں لگائی پھر کسی نے خوب کہا ہے

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

مجھے فارسی تو نہیں آتی بہرحال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے کہ اگر اپنے منہ کو ہزار بار مشک اور گلاب کے ساتھ دھو دھو کر صاف کریں اور پھر اللہ کا نام لیں پھر بھی بے ادبی ہی بے ادبی ہے، لیکن اللہ نے بڑی آسانی فرمائی، میرا نام لینے کے لیے کوئی شرط نہیں کوئی فرض نہیں وضو کرنا، غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا یا منہ کا صاف کرنا، جس حال میں ہو، جہاں کہیں بھی ہو، جیسے کپڑے ہیں، جیسا منہ ہے کھانا کھایا ہے منہ میں کوئی چیز ہے، چائے پی ہے، کوئی چیز کھا رہے ہوں اس وقت بھی میرا نام لو۔ ہر وقت ہر حال، کپڑے میلے ہیں تو بھی نام لیتے رہو کوئی پرواہ نہیں یہ میرا دربار ہے، بادشاہوں کا دربار ہے اس میں کوئی پابندی نہیں۔ تو نام لینے میں بڑی آسانیاں ہیں اور ہر وقت لے سکتے ہیں۔ دن، رات، صبح و شام ہر جگہ لے سکتے ہیں اس کے لیے کوئی شروط اور کوئی قیود نہیں ہیں اور آسان سب سے کام ہے تو اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ اس سے اللہ کا قرب بھی نصیب ہوتا ہے، قلب کی صفائی ہوتی ہے۔ امراض روحانی سے نجات ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ اپنا نام لینے

بقیہ : احادیث الرسولؐ

شادی کرنا چاہتا ہے وہ اس سے باز آ جائے۔ حضرت بایزید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بی بی! مسئلہ تو بالکل واضح ہے ایک مرد کو چار تک خواتین سے نکاح کی اجازت ہے تو میں کیسے تعویذ دے دوں — اس عورت نے اپنے حسن و جمال کا واسطہ دے کر کہا کہ اسلام کا قانونِ پردہ رکاوٹ نہ ہوتا تو میں آپ کو اپنے حسن و جمال کا نظارہ کراتی تو آپ بھی فیصلہ فرماتے کہ ایسی حسین و جمیل عورت کی موجودگی میں دوسری عورت کی گنجائش نہیں — اس پر حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور بعد میں احباب کے سوال پر بتایا کہ ایک عورت ذات اپنے عارضی حسن کی وجہ سے شریک گوارا نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ جو خالقِ حسن و جمال ہیں وہ اپنا شریک کیسے گوارا کر لیں گے۔

الغرض "تصویر سازی" اس لیے جرم ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا منہ چڑانے کی بات ہے اور بعض احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ کہ ایسے لوگوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں ان میں روح ڈالو — ظاہر ہے کہ یہ کسی کے بس کا روگ نہیں — اور اسی لیے نبی رحمت علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے متعلق سخت ترین اور شدید ترین عذاب کی

سلامِ عقیدت بحضور سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ

جامع القرآن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
صاحب الایمان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

جانشینِ مصطفےٰؐ دو نور والے ماہتاب
حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

عقد میں دو بیٹیاں آئیں رسول اللہؐ کی
ذوالکرم ذی شان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

دستِ محبوبِ خدا تھا بیعتِ رضواں ترا
عظمت عثمانؓ ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

قلزمِ جود و سخا پیکرِ شرم و حیا
حلم کے سلطان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

پی لیا جامِ شہادت پیشِ قرآن مبین
عاشق قرآن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

ہے اگر دعویٰ غلامی کا تجھے اختر تو بھیج
ہر گھڑی ہر آن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

محمد سعید اختر شجاع آبادی

وعید سنائی۔

المیہ یہ ہے کہ مسلمان حضور علیہ السلام کے امتی اور دعوئے محبت کے باوجود ایسی ڈگر پر چل رہے ہیں جو کسی طرح بھی صحیح اور درست نہیں حضور علیہ السلام کی ایک ایک سنّت پامال ہو رہی ہے، اور ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بر ساقیٔ کوثر علیہ السلام کے ہاتھوں آبِ کوثر سے محروم رہیں گے اور ان لوگوں کے متعلق فرمایا جائے گا۔ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِی کہ ان لوگوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جنہوں نے میرے بعد دین کو تبدیل کیا۔

آج مسلم معاشرہ میں تصویر سازی کا فتنہ جس تیزی سے پھیل رہا ہے اور نیک و بد، عالم و جاہل اور میر و وزیر اس ابتلاء کا شکار ہیں وہ بڑا ہی المیہ ہے —— اے کاش! نبیٔ رحمت علیہ السلام کے غیظ و غضب میں ڈوبے ہوئے اس ارشاد سے ہم عبرت حاصل کریں۔

وما علینا الا البلاغ

خدام الدین کا تازہ پرچہ

گوجرانوالہ : عبدالستار صاحب، نکا چوک بازار دیگانوالہ

فیصل آباد : مولانا عزیز الرحمٰن صاحب انوری پریس

جھنگ صدر : مفتی عبدالحلیم صاحب خطیب محلہ شیخ لاہوری

میاں چنوں : منشی ہمت علی صاحب نزد چوکی پولیس لائن۔

کراچی ۳ : محمد رمضان صاحب C/o محمد اقبال بک ہاؤس

چنیوٹ : حافظ شیر زمان صاحب مسجد چوکی والی

سے حاصل کریں۔

تعارف و تبصرہ

الرشید کا تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر

جامعہ رشیدیہ رائے پور (جالندھر) کی وہ عظیم دینی درسگاہ تھی جسے ہمارے عظیم المرتبت اکابر نے اپنے ہاتھوں بنایا اور پھر اسکی سرپرستی فرمائی

تقسیم ملک کے بعد یہ جامعہ ساہیوال منتقل ہوگیا یہاں اس کے بانی حضرت شیخ الہندؒ کے خصوصی شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد فقیر اللہ صاحب قدس سرہ تھے، جنکی عنداللہ محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ ان کے انتقال کے ایک عرصہ بعد ان کی قبر سے خوشبو سونگھی گئی، ہماری قومی و ملی زندگی میں اس جامعہ کا جو کردار ہے اس کا ایک زمانہ معترف ہے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اس مدرسہ کو جن صبر آزما حالات سے دوچار ہونا پڑا وہ تاریخ عزیمت کا ایک منفرد باب ہے، غیر ملکی عیسائی مشنریز نے اپنی رپورٹوں میں اس مدرسہ کو اپنے لئے سنگین خطرہ قرار دیا،

بانی جامعہ حضرت مفتی صاحب کے ایک صاحبزادے مولانا قاری لطف اللہ صاحب نے راہ حق میں شہادت حاصل کی، اور اب آپ کے دو صاحبزادے شبانہ روز خدمتِ دینی میں مصروف ہیں، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث ہیں جن کے علم و تقویٰ کا ایک زمانہ معترف ہے، اور مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری کی خدمات اپنی جگہ مسلم ہیں، ایک اور خوبی وہ ہے جو اس جامعہ کو ملک بھر کے دیوبندی مدارس میں ممتاز مقام عطا کرتی ہے وہ ہے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے لئے اس جامعہ اور اس کے ارباب حل و عقد کا جذبہ عشق

اس جذبہ عشق کی داستان طویل ہے لیکن ایک کڑی جامعہ کے ترجمان "الرشید" کے وہ تین نمبرات ہیں جنہوں نے پورے برصغیر میں ایک تہلکہ مچادیا، سب سے پہلے ایک ہزار کے قریب صفحات پر مشتمل دارالعلوم دیوبند نمبر نکالا، مہتمم دارالعلوم حضرت قاری محمد طیب صاحب نے افتتاح کیا اور اتنا زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ سبحان اللہ،

یہ نمبر دیوبند اور بمبئی تک چھپا اور اتنا مقبول ہوا جس کی مثال مشکل سے ملیگی،

اس کے بعد مدنی و اقبال نمبر کے عنوان سے ایک نمبر چھپا، جس میں حضرت مدنی قدس سرہ اور علامہ اقبال کے درمیان ایک متنازعہ مسئلہ کے مالہٗ وما علیہ پر سیر حاصل گفتگو تھی اور اب تیسرا زیر تبصرہ نمبر ہے جو اجتماع صد سالہ دارالعلوم دیوبند کی مناسبت سے مورخ دارالعلوم مولانا سید محبوب رضوی علیہ الرحمۃ کی دو مبسوط جلدوں میں مرتبہ "تاریخ دارالعلوم" پر مشتمل یہ کتاب عام طور پر یہاں دستیاب نہ تھی، ارباب جامعہ کا احسان ہے کہ انہوں نے اس کے حصول کا اہتمام اس طرح کیا کہ اس کا عکس لیکر شائع کردیا،

دارالعلوم دیوبند جس نے اپنی زندگی کے ۱۱۷ سال پورے کرلئے ہیں۔ اس کے قیام اور خدمات کا یہ مستند جائزہ ہے، جو ہر اس فرد کی ضرورت ہے جو اس مرکز علمی سے وابستگی رکھتا ہے، اور جو اس خطہ میں اسلام کی عظمت و بقاء کی تاریخ سے واقف ہونا چاہتا ہے، یہ ضخیم اور مبسوط اور خوبصورت نمبر ۲۵/ روپے میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے دستیاب ہے،

وہ ذہن جسکی تعمیر قرآن کرتا ہے

— ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب

علیہ الرحمۃ والغفران، حیدرآباد دکن کی نامور علمی و دینی شخصیت تھے، اہل اسلام کی دینی صلاح وفلاح کا جذبہ مرحوم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ نے اسی جذبہ صادقہ کے پیش نظر امام الاحرار حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور کی معرکۃ الآرا تفسیر ترجمان القرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو چھپ کر قبولیت عامہ حاصل کرچکا ہے، مولانا آزاد سے مرحوم کو خاص تعلق تھا

اس کے علاوہ آپ نے از خود قرآن حکیم کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو سنہ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا، اور آخری عمر میں قرآن کریم اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی اشاعت کے لئے قرآنی ٹرسٹ کیلئے بیس ہزار روپے کی خطیر رقم اور اپنا کتابوں کا حق تصنیف اس کے لئے وقف فرمایا، جو ایک لازوال کارنامہ ہے"

زیر تبصرہ کتاب ان کی ایک معرکۃ الآرا کتاب AL-QURAN-BUILDS THENIND — کا اردو ترجمہ ہے، جس میں قدیم وجدید علمی ذخیروں کی مدد سے مرحوم نے قابل قدر مواد فراہم کرکے ایک گلدستہ طیار کیا ہے، امت کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلہ میں یہ کتاب بڑے معرکہ کی ہے، اور مجھے امید ہے کہ مرحوم کی قرآنی خدمات ان کی تسکین کا باعث و ذریعہ ہونگی، نئی نسل کے لئے اس کا مطالعہ انشاء اللہ تعالی مفید اثرات کا باعث ہوگا

رحیم برادرس کراچی کے مالکان قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کساد بازاری کے اس دور میں یہ ٹھوس اور سنجیدہ اور متین فکری کتاب شائع کی " /۱۵ روپیہ میں یہ کتاب رحیم برادرس پبلشرز ۲۶۹-C یوسف پلازہ فیڈرل بی ایریا کراچی سے دستیاب ہے

عورت اور اردو زبان

اردو زبان نہایت علمی اور خوبصورت زبان ہے، جسکا دامن علم وعرفان کی دولت سے مالا مال ہے، وطن عزیز پاکستان کی یہ سرکاری زبان بھی ہے، یہ الگ بات ہے کہ آج تک "صاحب لوگ" ذہنی غلامی کے شکنجہ سے نہیں نکل سکے اور یہ زبان اپنا واقعی مقام حاصل نہیں کرسکی، اسکی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ جو ارباب اقتدار یا دوسرے حضرات صبح و شام اردو زبان کے حق میں لیکچر دیتے ہیں، وہ خود اس زبان سے کورے ہیں اور یہ المیہ ہے کہ دور حاضر کی قائم کردہ اردو سوسائٹی کے سربراہ ایک ایسے بزرگ ہیں جو علاوہ اس کے کہ اب کسی علمی کام کے قابل نہیں، انہوں نے کبھی اردو میں کچھ نہیں لکھا،

بہرحال وہ لوگ مستحق تحسین ہیں جنہوں نے مختلف میدانوں میں خاموشی سے اردو کی خدمت کی، اردو زبان بھی اس قسم کے مخلص ورکروں کی وجہ سے ہی زندہ ہے، ان مخلصین میں ایک وحیدہ نسیم ہیں جو ایک علمی وادبی خاندان کی نیک بخت خاتون ہیں، شرافت و نیکی اور علم وعرفان ان کے خاندان کی متوارث چیزیں ہیں، انہوں نے عنوان بالا پر ایک مختصر مضمون لکھا، بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کی فرمائش پر اس داستان کو جو پھیلایا تو سوا تین سو صفحات کی یہ کتاب بن گئی، خواتین نے اردو کے میدان میں جو قابل قدر روایات چھوڑی ہیں، یہ کتاب ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس سے جہاں اردو زبان کی تدریجی ترقی کا پتہ چلیگا وہاں یہ بھی معلوم ہوگا کہ خواتین نے زندگی کے مختلف میدانوں میں کیا خدمات سرانجام دی ہیں، افسوس یہ ہے کہ ایک مخلص خاتون کی یہ کاوش پاکستان سے پہلے ہندوستان میں چھپی جہاں کے ناشر شاید کاروباری اعتبار سے اس میں کوئی منفعت نہیں دیکھتے تھے، بہرحال غضنفر اکیڈمی نے یہ تلخ گھونٹ پی ہی لیا، اور بڑے خوبصورت انداز سے یہ کتاب چھاپ دی،

ملک کے معروف اہل قلم ڈاکٹر محمد ایوب صاحب قادری صدر شعبہ اردو، اردو کالج کراچی کا مبسوط مقدمہ بھی شامل کتاب ہے جسمیں وحیدہ نسیم صاحبہ کے خاندان اور ان کی کاوشوں کا مکمل تعارف ہے،"

علم و ادب کے رسیا حضرات کے لئے بڑا

ہمارے علمی ادارے

انجمن اسلامیہ کراچی کی گولڈن جوبلی

گذشتہ دنوں جب کراچی جانا ہوا تو محترمی پروفیسر محمد ایوب قادری جو اب ماشاءاللہ ڈاکٹر ہو چکے ہیں اور ان کے برادر اصغر محمد نعمت اللہ قادری کے توسط سے ناظم آباد میں انجمن اسلامیہ کے بانی جناب ریاض الدین احمد صاحب اکبر آبادی سے ملاقات کا موقعہ ملا، محترم ریاض الدین احمد صاحب کے رسالہ "انجمن" سے ایک عرصہ سے استفادہ کر رہا تھا، اور یہ ان کی شفقت تھی، اس کے ساتھ ہی ایک دو مرتبہ ان کے گرامی نامے بھی آئے، کراچی میں ان سے مل کر بڑی مسرت ہوئی، موصوف کی ذاتی محنت اور توجہ سے جو ادارے قائم ہوئے ان میں جناح کالج، جناح پولی ٹیکنیک، ریاض گرلز کالج، انجمن اسلامیہ وسیم گرلز سیکنڈری اسکول، انجمن اسلامیہ سیکنڈری سکول، انجمن اسلامیہ سیکنڈری گرلز سکول، اور ۵ پرائمری اسکول شامل ہیں، اس کے علاوہ جناح لٹریری اکادمی، انجمن طالبان الصفا، انجمن اسلامیہ میگزین، سندھ مسلم تعلیمی کانفرنس، زبیدہ اسلامیہ کتب خانہ، پیر الٰہی بخش اسلامی کتب خانہ، دینی تعلیم کا مدرسہ، زبیدہ اسلامیہ سکول، ذیلی ادارے ہیں جو موصوف کی محنت و کاوش کا ذاتی نتیجہ ہیں، اور ابھی جناح اردو یونیورسٹی کا منصوبہ زیر غور تھا کہ گذشتہ گورنمنٹ نے تمام ادارے قومیا لئے، موجودہ گورنمنٹ نے جناح پولی ٹیکنیک اور انجمن اسلامیہ سکول واپس کرنے کے احکام جاری کر دیئے یہ الگ بات ہے کہ آج تک ان پر عمل نہیں ہوا بلکہ حکومتی اہل کار مختلف النوع طریقہ سے موصوف کو پریشان کرنے سے گریز نہیں کرتے، بہر حال وہ باہمت ہیں اور کام میں مصروف ——————

مجھے اس مرحلہ پر ان کے موجودہ ادارہ کو دیکھ کر از حد خوشی ہوئی، یہ ادارہ تمام اداروں کو قومیائے جانے کے بعد قائم ہوا، اس میں ایک ہال ہے، کتب خانہ ہے اور ابھی مزید بہت کچھ کرنے کا عزم ہے، ہال بڑا معقول اور معیاری ہے جو مختلف النوع علمی و ادبی اجتماعات کے لئے کام آتا ہے اور کتب خانہ میں منتخب کتابیں ہیں جن میں ہر موضوع پر کتابیں شامل ہیں جنہیں دیکھ کر مسرت و خوشی ہوئی

موصوف انجمن کی پچاس سالہ خدمات کے سلسلہ میں گولڈن جوبلی منانے کا اہتمام کر رہے ہیں میری درخواست پر انہوں نے اس کے ابتدائی منصوبہ کا اعلان بھی ارسال کیا ہے جو قارئین کے پیش خدمت ہے ایک فرد کی لگن اور محنت سے اتنا بڑا کام ہو سکتا ہے تو اگر معاشرہ کے چند افراد کمر ہمت باندھ لیں تو کم از کم معاشرہ سے جہالت ختم ہو سکتی ہے اللہ نے چاہا تو اس خالص علمی و تعلیمی سوسائٹی کی تقریب پچاس سالہ میں شرکت کے بعد تفصیلات قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا —— شاید کوئی اور بھی قوم و ملت کی خاطر کمر ہمت باندھ لے —————— (علوی)

خدائے بزرگ و برتر کا بڑا کرم ہے کہ ہم آج انجمن اسلامیہ کی پچاس سالہ خدمات پر ایک جشن مسرت منانے کا اعلان کر رہے ہیں، ۱۹۲۸ء میں انجمن نے پہلا ادارہ "مسلم لائبریری" کے نام سے شروع کیا تھا، اس کے بعد "محمودہ نسواں" سکول ۱۹۳۶ء میں قائم کیا، یہ انجمن ۱۹۴۷ء تک آگرہ میں قومی خدمات انجام دیتی رہی، اس کی طرف سے عیدین کے اجتماعات خاص شہرت کے حامل تھے، سیرت مبارک کے سالانہ جلسے ہی اصل میں انجمن اسلامیہ کے سالانہ اجلاس قرار پاتے تھے اور ہم اپنی کارکردگی کی روداد ان ہی جلسوں میں اولاً پیش کرتے، پھر سیرت پاک پر مسلمان، ہندو اور

۱۹۴۲ء میں جناح کالج کی تجویز منظور کی گئی "یہ بھی خدا کا فضل تھا کہ بانی پاکستان کی سرپرستی ہمیں ملی۔ ورنہ موصوف نے اپنے نام پر کسی ادارے کے کھولنے کی تحریری اجازت کسی اور انجمن یا فرد کو عطا نہیں فرمائی"

عیسائی رہنماؤں کی تقریریں ہوتیں، شعراء اور نعت خوان رسول پاک کی نعتیں پیش کرتے

۱۹۵۰ء میں کراچی کو انجمن نے اپنی خدمات کا مرکز قرار دیا اور ۳۰ سال تک متواتر انتھک کوشش سے انجمن نے اٹھارہ ادارے قائم کئے، اس دوران انجمن کے اداروں سے ہزاروں طلباء و طالبات زیور علم سے آراستہ ہوکر نکلے نہ صرف کراچی اور پاکستان کے ہر دفتر و محکمہ میں آپ کو انجمن کے طلباء ملک کی خدمت کرتے ملیں گے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں یہ طلباء امریکہ، کنیڈا، انگلستان و عرب وغیرہ کے ممالک میں باعزت روزی کما رہے ہیں اور بحسن و خوبی اپنے ملک پاکستان کا نام روشن کر رہے ہیں،

انجمن اسلامیہ نے جناح لٹریری اکیڈمی کی طرف سے ایک درجن سے زیادہ کتابوں کی اشاعت بھی کی ہے، یہ کام جواب بھی جاری ہے مفتی انتظام اللہ شہابی مرحوم کے مبارک ہاتھوں سے شروع ہوا تھا —— جو انجمن اسلامیہ کے تاحیات روح رواں رہے،،

ان کے انتقال کے بعد بھی انجمن ان کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ قاموس الفصاحت محمور اکبرآبادی کی اردو محاورات کی لغت، قائد کی خوشبو، از حضرت علامہ سیماب اکبرآبادی رباعیات رعنا، مقالات شہابی، مرقع شہابی حضرت میکش اکبرآبادی کا تیسرا دیوان داستان شب کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے،،

قارئین کرام، یہ سن کر حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ انجمن مذکور کو تاحال پاکستان کی حکومت کی طرف سے کوئی مالی امداد نہیں ملی اور دس اسکولوں میں چھ اسکول بھی سرکاری امداد سے محروم رہے اس کے باوجود آگرہ سے لائے ہوئے سرمایہ سے وہ کام کیا گیا ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے، پہلا سائنس ڈگری کالج اپنی شاندار عمارت میں جناح کالج کے نام سے اسی انجمن نے قائم کیا، پاکستان میں پہلا پولی ٹیکنک نجی کوششوں سے انجمن اسلامیہ نے ۱۹۶۱ء میں جناح پولی ٹیکنک کے نام سے شروع کیا جب کہ گورنمنٹ کوئی پولی ٹیکنک کروڑ دو کروڑ سے کم میں نہیں کھولا،،

انجمن اسلامیہ نے اپنے کل ایکنڈری سکول کالج اور پولی ٹیکنک اپنی نو تعمیر کردہ شاندار عمارتوں میں قائم کئے، جناح کالج کا محل وقوع دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، بقول محمور اکبرآبادی مرحوم، ان میں جناح کالج جو ڈگری کالج ہے کراچی کے مشہور ترین جامع علمیہ میں سے ہے انجمن کا سب سے بڑا تعلیمی مرکز ہے اس تعلیم گاہ کا پیش منظر اور پس منظر دونوں قدیم یونانی تصور کے مطابق نہایت خوشنما اور دل فزا ہے اور جو اس شہر کے بالکل شایان شان ہے، اس کا وسیع اور کشادہ ہال جس میں بیک وقت پانچ ہزار آدمی بیٹھ سکیں کالج کا پائیں باغ اور فیلڈ دونوں کالج کے اعتبار سے نہایت وسیع اور کشادہ ہیں،

۱۹۷۲ء میں ظالم اور جابر پیپلز پارٹی کی حکومت نے ۱۳، اسکول اور کالج زبردستی انجمن سے چھین لئے جن کی مالیت کسی طرح دو کروڑ سے کم نہیں ہے اور مزید برآں انجمن سے جناح کالج پر بینکوں کا قرضہ بیس ہزار دلوایا اور اس غرض کی خاطر مارشل لاء، قانون نمبر ۱۱۸ مجریہ ۱۹۷۲ء میں سندھ کی حکومت نے ترمیم کی، پہلے اس کے قانون میں تھا کہ حکومت اثاثے ہی حاصل کریگی اور ان کے واجبات بھی ادا کریگی بعد میں اس ترمیم کے ذریعہ واجبات کے لفظ کو حذف کر دیا گیا،

انجمن اسلامیہ ۱۹۵۸ء سے "انجمن اسلامیہ میگزین" کے نام سے ایک اردو کا ماہنامہ بھی شائع کر رہی ہے اس کا سہرا بھی مفتی انتظام اللہ شہابی مرحوم کے سر ہے جس کو انجمن ان کی یادگار کے طور پر جاری رکھے ہوئے ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی جاری کرتی رہیگی، اس جریدہ کے ذریعہ انجمن طلباء طالبات اور عوام میں تعلیم، اسلام اور اردو ادب پر چیدہ چیدہ مضامین کے ذریعہ معلومات کی فراہمی اور اسلام سے محبت اور عقیدت پیدا کرتی ہے،

جوبلی کا پروگرام سہ روزہ رکھا گیا ہے، پہلا اجلاس افتتاحی ہوگا، دوسرا تعلیمی، تیسرا اردو کو کس طرح ملک کی قومی زبان بنانا چاہئے چوتھا سیرت پاک اور پانچواں اجلاس نظریہ پاکستان کے متعلق ہوگا اور آخری تقریب ایک مشاعرہ کی صورت منعقد کی جائے گی،،

مفصل پروگرام انشاء اللہ جلد از جلد شائع کیا جائیگا، پاکستان کے دوسرے حصوں سے بھی بعض حضرات کی شرکت متوقع ہے

بقیہ : تعارف و تبصرہ

اچھا اور قابل قدر تحفہ ہے ۳۰/- روپیہ میں یہ کتاب ثاقب علی خاں 5/F ماڈرن کالونی منگھوپیر روڈ کراچی سے دستیاب ہے